# ہمارے عقیدے

تالیف :

آیت اللہ مکارم شیرازی

یہ کتاب برقی شکل میں نشرہوئی ہے اور شبکہ الامامین الحسنین (علیہما السلام) کے گروہ علمی کی نگرانی میں تنظیم ہوئی ہے

کتاب کا نام : ہمارے عقیدے

تالیف : آیت اللہ مکارم شیرازی

## اس کتاب کی تالیف کا مقصد

۔ عصر حاضرمیں ہم ایک عظیم تبدیلی کے گواہ ہیں، ایسی تبدیلی جو دنیا کے سب سے بڑے آسمانی دین، اسلام کے سبب سے وجود میں آئی ہے۔

عضر حاضر میں اسلام نے اک نیا جنم لیا ہے، دنیا کے مسلمان، خواب غفلت سے بیدار ہوئے ہیں اور اپنی اصل کی طرف لوٹ رہے ہیں، اوراپنی مشکلات کے حل، جوانھیں کہیںاور نظر نہیں آئی، اسلامی تعلیمات اور اس کے اصول وفروع میں تلاش کررہے ہیں۔

اس وقت یہ جاننا اہم ہے کہ اس عظیم تبدیلی کی وجہ کیاہے؟ یہ ایک مستقل اور جدا موضوع ہے۔ اس وقت اس کے مہم آثار تمام اسلامی اور غیر اسلامی ممالک میں آشکار ہو چکے ہیں، یہی سبب ہے کہ دنیا کے لوگ اسلام کے بارے میں جاننا چاہتے ہیںکہ آخر تعلیمات اسلامی ہیںکیا؟ اور اسلام کے پیغام میں کیا تازگی ہے؟

عصر حاضر کے ایسے حساس ماحول میں ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم اسلام حقیقی کو بغیر کسی پیچیدگی کے واضح اور آسان پیرایہ میں لوگوں کے سامنے پیش کریں اور اسلام اورمذاہب اسلامی کے سلسلے میں جو ان کی تشنگی ہے اسے دور کریں، اس لیے کہ کہیں ایسا نہ ہوکہ ہم خاموش رہیں اور دوسرے ہماری طرف سے باتیں اور فیصلہ کریں۔

2۔ اس بات سے انکار نہیں ہے کہ اسلام میں بھی دوسرے ادیان کی طرح بہت سے مختلف مذاہب پائے جاتے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کے اپنے عقیدتی اور عملی خصوصیات ہیں ۔ البتہ یہ اختلافات ہرگزاس حدتک نہیں ہیں کہ ایک دوسرے کی راہ میں مانع ہوسکیں۔ بلکہ وہ سب مل کر اتحاد و ہمدلی کے ساتھ دنیا کے طوفانوں کا مقابلہ کرسکتے ہیں اور اپنے مشترک دشمنوں کی سازشوں کو عملی ہونے سے روک سکتے ہیں۔

یقینا اس اتحاد، اتفاق، ہم فکری اورہم دلی کو مضبوط کرنے کے لیے ہمیں اصول و ضوابط کی رعایت کی ضرورت ہوگی، جس میں سب سے اہم یہ ہے کہ اسلامی فرقے ایک دوسرے کی معرفت حاصل کریں، ان کی خصوصیات اور امتیازات کوپہچانیں، اس لئے کہ صرف اس پہچان کے ذریعے ہی وہ ایک دوسرے کے سوء ظن سے محفوظ رہ سکتے ہیں، اورایک دوسرے کی طرف دوستی بڑھاسکتے ہیں، ایک دوسرے کوپہچاننے کا بہترین راستہ یہ ہے کہ ان کے عقائد، اصول و فروع، ان کے معروف و مشہور علماء سے حاصل کریں ۔اسلئے کہ اگر ماہرین سے یہ چیزیں حاصل نہیں کی گئیں یا ایک فرقے کے عقاید کو ان کے دشمنوں سے سن کر حاصل کریں تو یقینا کبھی بھی مقصدتک رسائی حاصل نہیں کر سکیں گے اور حسن ظن، سوء ظن میں تبدیل ہوجائے گا۔

3۔ مندرجہ بالا دو نکتوں کے پیش نظر ہم نے ارادہ کیا ہے کہ اسلامی عقاید اور اس کے اصول و فروع کو شیعہ مذہب کے امتیازات کے ساتھ، اس مختصر سی کتاب میں بیان کریں اور ایسی کتاب تالیف ہو جس میں درج ذیل خصوصیات پائی جاتی ہوں:

1 ۔ مختصر و مفید تمام مطالب کا احاطہ ہوسکے اور قاری کو ضخیم کتابوں کے مطالعہ کی ضرورت پیش نہ آئے۔

2 ۔ بحثیں واضح ، روشن اور آسان بیان ہوں، مبہم نہ ہوں اور ایسی باتوں اور اصطلاحوں سے بھی پرہیز کیا جائے جو علمی محافل اور دانشور طبقہ سے مخصوص ہیں۔ہاں یہ اس بات کا بھی خیال رکھا گیا ہے کہ بھاری اصطلاحوں کے استعمال کے بغیر بھی مفاہیم کے عمق و گہرائی میں کمی واقع نہ ہونے پائے۔

3 ۔ مقصد صرف عقاید بیان کرنا ہے، ان کی دلیلیں نہیں ،ہاں حساس مواقع پر بحث اور ضرورت کے مطابق کتاب و سنت اور عقل سے دلیلیں پیش کی گئی ہیں۔

4 ۔ ہر طرح کی خام خیالی، پردہ پوسی اور سوء ظن سے محفوظ رہیں، تاکہ حقایق ان کی اصلی شکل وصورت مین بیان ہوسکیں۔

5 ۔ تمام مذاہب کے سلسلے میں شایستگی قلم اور ادب و احترام کا لحاظ رکھا جائے۔

یہ کتاب مندرجہ بالا نکات کی رعایت کے ساتھ سفر بیت اللہ ، جو روح و جان کی طہارت و پاکیزگی کا سبب ہے، میں تالیف کی گئی ،اس کے بعد مختلف بزم میں محققین و دانشوروں کے گروہ نے بحث و مباحثہ کے بعد اسے پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے۔

امید ہے کہ جس مقصد کے تحت یہ کتاب تالیف کی گئی ہے۔ ہم اس میں کامیاب ہوں اور یہ کتاب ہمارے لئے ذخیرہ آخرت بن جائے۔ آخر میں بارگاہ احدیت میں دعا ہے:

(ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی الایمان ان آمنوا بربکم فآمنا ربنا فاغفرلنا ذنوبنا و کفر عنا سیئاتنا و توفنا مع الابرار)

## بخش اول۔ خداشناسی و توحید

### 1 ۔ وجود قادر مطلق

ہمارا عقیدہ ہے کہ خداوند عالم تمام عالمین کا خالق ہے، اور اس کی عظمت، علم و قدرت کے آثار، تمام مخلوقات و موجودات جہان میں آشکار و ہویدا ہیں، ہیاں تک کہ ہمارے باطن میں، تمام جانداروں اور گیاہوں میں، آسمان کے ستاروں اور تمام عوالم بلکہ تمام ذروں میں ظاہر ہیں۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ جتنا زیادہ اس دنیا اور اس کے اسرار و رموز میں غور و خوض کیاجائے، خداوند عالم کی ذات کی عظمت، اس کے علم و قدرت کی وسعت سے آگاہی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ علم و دانش کی ترقی سے اس کے علم و حکمت کے نئے دروا ہوتے ہیں اور ہماری فکر و نظر کی جہتوں میں اضافہ ہوتا جاتاہے۔ اور یہ تفکر و تدبر اس کی ذات سے عشق کے زیادہ ہونے کا سبب بنتا ہے اور ہر لحظہ ہمیں اس سے قریب اور نزدیک کرتا ہے اور ہم اس کے نور و جلال و جمال میں محو ہوتے رہتے ہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہواہے: ( و فی الارض آیات للموقنین و فی انفسکم افلا تبصرون ) ۔

ترجمہ: اور زمین میں یقین کرنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں پائی جاتی ہیں، اور خود تمہارے اندر بھی، کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو۔[1]

( ان فی خلق السماوات والارض واختلاف اللیل والنهارلآیات لاولی الالباب الذین یذکرون الله قیاما و قعودا و علی جنوبهم و یتفکرون فی خلق السماوات والارض ربنا ما خلقت هذا باطلا ) ۔

ترجمہ: بے شک زمین و آسمان کی خلقت لیل و نہار کی آمد و رفت میں صاحبان عقل کے لیے قدرت خدا کی نشانیاں ہیں۔ جو لوگ اٹھتے بیٹھتے، لیٹتے خدا کو یاد کرتے ہیں۔اور آسمان و زمین کی تخلیق میں غور دفکر کرتے ہیں۔کہ خدایا تونے یہ سب بےکار پیدا نہیں کیا ہے تو پاک و بے نیاز ہے، ہمیں عذاب خدا سے محفوظ فرما۔[2]

---

(1) سورہ ذاریات آیہ 21،20

(2) سورہ آل عمران آیہ 190، 191

## 2 ۔ صفات جمال و جلال

ہمارا عقیدہ ہے کہ خداوند عالم ہر عیب و نقص سے پاک و منزہ ہے اور تمام کمالات سے آراستہ ہے، اس کی ذات، کمال مطلق اور مطلق کمال ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ اس کائنات میں جتنا بھی حسن اور کمال پایا جاتا ہے اس کا مبدا و منبع پروردگار عالم کی ذات با برکت ہے۔

( هو الله الذی لا اله الا هو الملک القدوس السلام المومن المهیمن العزیز الجبار المتکبر سبحان الله عما یشرکون هو الله الخالق الباری المصور له الاسماء الحسنی یسبح له ما فی السماوات والارض و هو العزیز الحکیم ) ۔

ترجمہ: وہ اللہ وہ ہے، جس کے سوا کوئی عبادت کے لایق نہیں ہے۔ وہ بادشاہ، پاکیزہ صفات، بے عیب، امان دینے والا، نگرانی کرنے والا صاحب عزت، زبردست اور کبریائی کا مالک ہے۔ وہ ان تمام باتوں سے پاک وپاکیزہ ہے جو مشرکین کیا کرتے ہیں۔ وہ ایسا خدا ہے جو پیدا کرنے والا، ایجاد کرنے والا اور صورتیں بنانے والا ہے، اس کے لیے بہترین نام ہیںۡزمین و آسمان کا ہر ذرہ اسی کے لیے محو تسبیح ہے اور وہ صاحب عزت و حکمت ہے۔[1] یہ اس کی صفات جمال و جلال کے کچھ نمونہ ہیں۔

## 3 ۔ خداوند عالم کی ذات پاک و لا محدود ہے:

ہمارا عقیدہ ہے کہ اس کا وجود، تمام جہات سے لا متناہی ہے، علم و قدرت اور حیات ابدی و ازلی ہونے کے لحاظ سے،یہی دلیل ہے کہ اسے زمان و مکان میں قید نہیں کیا جا سکتا اس لیے کہ زمان و مکان میں مقید محدود ہوتا ہے، اس کے با وجود، وہ ہر جگہ اور ہر زمانہ میں موجود ہے، اس لیے کہ وہ ہر زمان و مکان سے بالا اور مبرا ہے۔

یقینا وہ ہم سے بے حد قریب ہے وہ باطن میں موجود ہے، وہ ہر جگہ موجود ہے اس کے با وجود کہ وہ بے مکان ہے:

**وهوا الذی فی السماء اله و فی الارض اله و هوالحکیم العلیم**

ترجمہ: وہ اللہ وہ ہے جو آسمان و زمین معبود ہے اور وہ حکیم و علیم ہے۔[2]

( و هو معکم اینما کنتم والله بما تعملون بصیر ) ۔

وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کا دیکھنے والا ہے۔[3]

یقینا وہ ہم سے خود ہماری بہ نسبت زیادہ قریب ہے، وہ ہمارے باطن میں موجود ہے، وہ سب جگہ حاضر و ناظر ہے جبکہ وہ مکان نہیں رکھتا۔

**و نحن اقرب الیه من حبل الورید**

ترجمہ: اور ہم اس سے شہ رگ حیات سے زیادہ نزدیک ہیں۔[4]

**هو الاول والآخر والظاهر والباطن و هوبکل شی علیم**

وہ ہے ابتدا و آخر، ظاہر و باطن اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔[5]

اور جو قرآن مجید میں ذکر ہوا ہے: ذوالعرش المجید (وہ صاحب عرش و صاحب مجد و عظمت ہے۔)[6]

(عرش اس آیہ کریمہ میں بلند شاہی تخت کے معنا میں نہیں ہے) قرآن مجید میں ایک دوسرے مقام پرذکر ہوا ہے:

الرحمن علی العرش استوی ۔ (خداوند عالم کا ٹھکانا عرش ہے۔)[7]

اس آیہ کریمہ کے یہ معنا ہرگزنہیں ہیں کہ وہ ایک مکان میں ہے بلکہ اس کے معنا یہ ہیں کہ خداوند عالم کی حاکمیت تمام عالم مادہ اور جہان ماوراء طبیعت میں قائم ہے۔ ایسا اس لیے ہے کہ اگر اس کے کسی خاص مکان کو تسلیم کرلیں تو گویا ہم نے اسے محدود کردیا ہے اور صفات مخلوقات کو اس کے لئے ثابت کردیا ہے اور اسے دوسری تمام اشیاء کی طرح مان لیا ہے جبکہ لیس کمثلہ شی ۔ کوئی بھی شی اس جیسی نہیں ہوسکتی ۔ [8]

( ولم یکن کفوا احد ) ۔اسکی نظیر ملنا محال ہے اس کے لئے نہ کوئی شبیہ ہے نہ کوئی نظیر۔[9]

---

(1) سورہ حشر آیہ 24،23

(2) سورہ زخرف آیہ 48

(3) سورہ حدید آیہ 4

(4) سورہ ق آیہ 61

(5) سورہ حدید آیہ 3

(6) سورہ بروج آیہ 51

(7) سورہ بقرہ آیہ 255، قرآن مجید کی بعض آیتوں سے استفادہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کی کرسی تمام آسمان و زمین سے بڑی ہے لہذا یہ عرش تمام عالم مادہ سے بڑا ہے۔ و سع کرسیہ السموات والارض۔

(8) سورہ شوری آیہ 11

(9) سورہ توحید آیہ 4

## 4۔ وہ جسم نہیں رکھتا اور ہرگز دکھائی نہیں دے گا۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ خدا وند عالم کو ہرگز آنکھوںسے نہیں دیکھا جاسکتا، اس لیے کہ آنکھوں سے دکھ جانے کے معنا یہ ہیں کہ وہ جسم ہے، مکان رکھتا ہے، رنگ و شکل و جہت رکھتاہے جب کہ یہ سب مخلوقات کی صفات ہیں اور خداوند عالم بالا و منزہ ہے اس بات سے کہ مخلوقات کے صفات اس کے اندر پائے جائیں۔

خداوند عالم کی رویت کا عقیدہ رکھنا، ایک طرح کا شرک ہے:

( لا تدرکه الابصار و هو یدرک الابصار و هو اللطیف الخبیر ) ۔

ترجمہ: آنکھیںاسے نہیں دیکھتی مگر وہ ہماری آنکھوں کو دیکھتاہے بے شک وہ بخشنے والا اور جاننے والاہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب موسی کی قوم نے بہانہ کرتے ہوئے کہا کہ ہم خدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے ہیں: لن نومن لک حتی نری اللہ جہرۃ۔ ہم ہرگز آپ پر ایمان نہیں لائیں گے مگر یہ کہ خداوند عالم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ [1]

حضرت موسی (علیہ السلام) انھیں کوہ طور پرلے گئے اور خداوند عالم سے بنی اسرائیل کی خواہش کا اظہار کیا اور خداوند عالم کی طرف سے یہ جواب آیا:

( لن ترانی ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانه فسوف ترانی فلما تجلی ربه للجبل جعله دکا و خر موسی صعقا فلما افاق قال سبحانک تبت الیک و انا اول المومنین ) ۔

ہرگزمجھے نہیں دیکھ سکتے، ہاںکوہ طور کی طرف نگاہ کرو اگر وہ اپنی جگہ پرثابت رہاتومجھے دیکھ سکتے ہو اور چونکہ جیسے ہی پروردگار نے کوہ طور پر جلوہ دکھایاوہ خاک میں تبدیل ہوگیا اور موسی بے ہوش ہوکر زمین پرگرپڑے، جب ہوش آیا، عرض کیا: پروردگاراتو منزہ ہے اس بات سے کہ آنکھوں سے دکھائی دے میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور مومنین میں سے پہلاہوں۔ [2]

اس بات سے ثابت ہوتاسے کہ ہرگز خداوند عالم کو آنکھوں سے نہیں دیکھا جاسکتا۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ بعض آیات و روایات میں جو خداوند عالم کو آنکھوں سے دیکھنے کا ذکر ہواہے۔ اس سے مراد، دل اور باطن کی آنکھوں سے دیکھنا ہے اس لیے کہ آیات قرآن ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں:

القرآن یفسر به بعضه بعضا [3]

ان الکتاب یصدق بعضه بعضا۔۔۔(نہج البلاغہ خطبہ 18، ایک دوسری جگہ پر ارشاد فرماتے ہیں: و ینطق بعضه ببعض و یشهد بعضه علی بعض۔ خطبہ 103)

مولائے کائنات حضرت علی (ع) سے کسی نے دریافت کیا: (یا امیر المومنین ہل رایت ربک) اے امیر المومنین کیا آپ نے خداوند عالم کو دیکھا ہے؟ آپنے فرمایا: (ا اعبد مالا اری) کیا میں کسی ایسے کی عبادت کروں جسے میں نے دیکھا نہ ہو؟! پھر فرمایا: (لا تدرکہ العیون بمشاہدۃ العیان، و لکن تدرکہ القلوب بحقایق الایمان۔ آنکھیں ہرگز اسے دیکھ نہیں سکتیں، ہاں دل کی آنکھیں اسے ایمان کی طاقت سے دیکھ سکتی ہیں۔ (4)

ہمارا عقیدہ ہے کہ خداوند عالم کی ذات میں مخلوقات کی صفات کا قائل ہونا، جیسے اس کے لئے مکان، جہت، جسم، مشاہدہ اور رویت کا قائل ہونا، اس کی معرفت سے دور ہونے اور شرک میں پڑنے کا سبب ہے، بے شک وہ تمام ممکنات و مخلوقات ان کی صفات سے بالا اور منزہ ہے اور کوئی بھی شی ہرگز اس کی طرح نہیں ہو سکتی۔

## 5۔ توحید، تمام اسلامی تعلیمات کی روح ہے۔

ہمارا عقیدہ کہ معرفت خداوند عالم کے باب میں سب سے اہم مسئلہ معرفت توحید (اللہ کو ایک اوریکتا ماننا) ہے۔ توحید صرف اصول دین کا ہی ایک حصہ نہیں ہے بلکہ وہ تمام اسلامی عقاید کی اصل و روح ہے اور نہایت واضح الفاظ میں اس طرح کہا جاسکتاہے کہ تمام اسلامی اصول و فروع توحید میں مجسم ہوتے ہیں۔ ہر مقام پر گفتگو توحید ویکتا پرستی سے ہوتی ہے۔ وحدت ذات پاک اور توحید صفات و افعال خدا، ایک دوسری تفسیر کے مطابق دعوت تمام انبیاء کا ایک ہونا، دین و آیین الھی کا ایک ہونا، سمت قبلہ اور آسمانی کتاب کا ایک ہونا، انسان کے بارے میں اللہ کے احکام و قوانین کا ایک ہونا، مسلمانوں کا ایک صف میں منظم ہونا، اور قیامت کے روز سب کا ایک ساتھ جمع ہونا۔

اسی دلیل کی بنیادپر قرآن مجید توحید الھی سے انحراف اور شرک کی طرف میلان کو ہرگزنا بخشے جانے و الا گناہ قرار دیتاہے۔

( ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذالک لمن یشاء و من یشرک باللہ فقد افتری اثما عظیما ) ۔

ترجمہ: خداوند عالم (ہرگز) شرک کونہیں بخشے گا اور اس سے کم کو جسے چاہتاہے (لایق سمجھتاہے) بخش دیتا ، اور جو بھی اللہ کے لیے شریک قرار دیتاہے وہ عظیم گناہ کا ارتکاب کرتاہے۔ (5)

( و لقد اوحی الیک و الی الذین من قبلک لئن اشرکت لیحبطن عملک و لنکونن من الخاسرین ) ۔

ترجمہ: آپ پر اور آپ سے پہلے تمام انبیاء پر وحی ہوئی ہے کہ مشرک بن گئے تو سارے اعمال تباہ ہوجائیں گے اور آپ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوجائیں گے۔ (6)

---

(1) سورہ بقرہ آیہ 55

(2) سورہ اعراف آیہ 143

(3) یہ مشہور جملہ ہے جو ابن عباس سے نقل ہوا ہے، مگر یہ معنا نہج البلاغہ میں حضرت امیر علیہ السلام سے دوسری صورت میں بیان ہوا ہے:

(4) نہج البلاغہ خطبہ 179

(5) سورہ نساء آیہ 48

(6) سورہ زمر آیہ 65

## 6۔ توحید کی شاخیں:

ہمارا عقیدہ ہے کہ توحید کی بہت سی شاخیں ہیں، جن میں سے مندرجہ ذیل چار سب سے زیادہ اہم ہیں:

### الف : توحید ذاتی

یعنی یہ کہ خداوند عالم کی ذات پاک ہے اور وہ اکیلا ہے اور کوئی اس کا شریک و نظیر نہیں ہے۔

### ب: توحید صفاتی

یعنی یہ کہ صفات علم و قدرت و ازلی و ابدی سب اس کی ذات میں جمع ہیں۔ اور یہ صفات اس کی عین ذات ہیں ۔ مخلوقات کی طرح نہیں ہے کہ ان کی ساری صفات ایک دوسرے سے الگ اور ان کی ذات سے جدا ہیں ۔ البتہ خداوند عالم کی ذات و صفات کا ایک ہونا ایک ایسی بحث ہے جس کے لئے ظرافت اور دقت لازمی ہے۔

### ج: توحید افعالی:

یعنی یہ کہ ہر فعل و حرکت جو اس دنیا میں انجام پاتاہے وہ سب پروردگار عالم کی مشیت و ارادہ سے وجود میں آتاہے:

( اللہ خالق کل شی و ھو علی کل شی وکیل ) ۔ خداوند عالم تمام اشیاء کا پیدا کرنے والا اور ان پر حافظ و ناظر ہے۔[1]

لہ مقالید السموات و الارض ، آسمان و زمین کی چابھیاں اس کے پاس ہیں ۔ (یعنی اس کے دست قدرت میں ہیں)[2]

بے شک (لا موثر فی الوجود الا اللہ ) اللہ تعالی کے سوا کوئی اس جہان ہستی میں موثر نہیں ہے۔

اس بات کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم اپنے کام انجام دینے میں مجبور ہیں، ایسا نہیں ہے بلکہ ہم اپنے ارادے اور فیصلے میں آزاد ہیں (انا ھدیناہ السبیل اما شاکرا و اما کفورا ) ہم نے اسے (انسان) کو ہدایت کردی (اور اسے راستے دکھا دئیے) چاہے وہ شکر گزار بن جائے (اور قبول کرے) یا انکار کردے (اور طغیان کرے)[3]

(و ان لیس للانسان الا ما سعی ) انسان جو کچھ حاصل کرتاہے اپنی سعی و کوشش سے حاصل کرتاہے۔[4]

یہ آیہ کریمہ صراحت کے ساتھ بیان کر رہی ہے کہ انسان آزاد و خود مختار ہے لیکن چونکہ ارادہ کی آزادی اور کام انجام دینے کی قدرت اللہ تعالی نے ہمیں عطا کی ہے لہذا ہمارے کام اسی سے نسبت رکھتے ہیں مگر اس سے انجام پانے کام کی ذمہ داری ہم سے ختم نہیں ہوتی۔ اس پر توجہ ہونے چاہیئے۔

البتہ اس نے ارادہ کیاہے کہ ہم اپنے اعمال کو آزادی، ارادہ اور اختیار کے ساتھ انجام دیں تا کہ اس کے ذریعہ سے وہ ہمیں آزما سکے اور ہمیں کمال کی منزلوں تک پہچا ئے اس لئے صرف ارادے کی آزادی اور اختیار کے ساتھ خداوند عالم کی عبادت اور اطاعت ہی انسان کو کمال تک سکتی ہیں۔ اور مجبوری میں انجام دیئے جالے افعال اور زبردستی کے اعمال نہ کسی انسان کے لیے خوبی کا سبب ہوسکتے ہیں اور نہ ہی اس کی برائی کی علامت، اگر ہم اپنے افعال کے انجام دینے میں مجبور ہوتے تو نہ انبیاء کی بعثت کا کوئی مفہوم ہوتانہ ہی آسمانی کتابوں کے نازل ہونے کا کوئی مقصد، اور نہ ہی دینی فریقوں اور تعلیم و تربیت کا کوئی فایدہ ہوتا اور جزا و سزا بھی بے معنی و مفہوم ہوجاتے، یہ وہ تعلیمات ہیں جنہیں ہم نے ائمہ اهل بیت علیہم السلام کے مکتب سے حاصل کیاہے، فرماتے ہیں: نہ جبر مطلق صحیح ہے اور نہ تفویض و آزادی مطلق بلکہ ان کے درمیان کا راستہ انتخاب کرنا صحیح ہے:(لا جبر و لا تفویض و لکن امر بین الامرین)[5]

## د۔ توحید عبادت

عبادت ،خداوند عالم سے مخصوص ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، یہ شاخ ،توحید کی سب سے اہم شاخ میں شمار ہوتی ہے اور انبیاء الہی سب سے زیادہ اس پر تاکید کرتے ہیں:

**وما امرواالا لیعبدوالله مخلصین له الدین حنفاء---و ذلک الدین القیمه**

انھیں (انبیاء) اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اور اپنے دین کو اس کے لیے خالص کریں اور شرک سے باز آئیں، یہ ہے اللہ کا محکم اور پایدار دین۔[6]

اخلاق و عرفان کے کمال کی منزلیں طے کرنے کے لیے اس سے بھی عمیق توحید کی ضرورت ہوتی ہے، اس راہ میں توحید اس منزل تک پہنچ جاتی ہے جہاں انسان صرف اللہ تعالی سے لو لگاتاہے اور ہر مرحلہ پر صرف اسی کو طلب کرتاہے اور اس کے سوا کسی کی فکر اسے مشغول نہیں کرتی اور کوئی بھی شی اسے خدا سے دور کرکے خود میں مشغول نہیں کرتی:

کلما شغلک عن اللہ فھو ضمک۔ ہر چیز جو تجھے خود سے مشغول کردے اور خداوند سے دور کرے ، وہ تیرا بت ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ توحید کی شاخیں صرف ان چار تک محدود و منحصر نہیں ہیں بلکہ توحید مالکیت (تمام اشیاء کا مالک خداوند عالم ہے) ( لله ما فی السماوات و ما فی الارض )[7]

وتوحید حاکمیت (قانون بنانے کا حق صرف اللہ تعالی کو ہے) ( من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک هم الکافرون )[8]

یہ سب توحید کی شاخیں ہیں

---

(1) سورہ زمر آیہ 62

(2) سورہ زمر آیہ 62

(3) سورہ انسان آیہ 3

(4) سورہ نجم آیہ 39

(5)اصول کافی جلد 1، صفحہ 160 (باب الجبر والقدر والامر بین الامرین)

(6) سورہ بینہ آیہ 5

(7)سورہ بقرہ آیہ 284

(8) سورہ مائدہ آیہ 44

## 7۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ توحید افعالی کی اصل و بنیاد اس حقیقت کی تاکید کرتی ہے

ہمارا عقیدہ ہے کہ توحید افعالی کی اصل و بنیاد اس حقیقت کی تاکید کرتی ہے کہ وہ عظیم معجزات و کرامات، جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے ظاہر ہوئے ہیں، سب اللہ کے اذن سے تھے، جیسا کہ قرآن مجید میں حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے ارشاد ہوا ہے: (و تبری الاکمه و الابرص باذنی و اذ تخرج الموتی باذنی ) ۔

ترجمہ: پیدا ئشی اندھوں اور برص جیسے نا قابل علاج مریضوں کو میرے اذن سے شفا دیتے تھے اور مردوں کو میرے حکم سے زندہ کیا کرتے تھے۔[1]

اور حضرت سلیمان کے ایک وزیر کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

( قال الذی عنده علم من الکتاب انا اتیک به قبل ان یرتد الیک طرفک فلما رآه مستقرا عنده قال هذا من فضل ربی ) ۔

ترجمہ: وہ جس کے پاس کتاب آسمانی کا علم تھا، کہا: میں آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے اسے (ملکہ سبا کے تخت کو) آپ کے پاس لا سکتا ہوں اور جب حضرت سلیمان نے اسے اپنے سامنے مستقر دیکھا تو کہا: یہ میرے اللہ کے فضل (ارادہ) فضل سے ہے۔[2]

لہذا اللہ کے حکم سے حضرت عیسی علیہ السلام ناقابل علاج مریضوں کو شفا دیتے اور مردوں کو زندہ کرنے کی نسبت دینا، جیسا کہ قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ بیان ہوا ہے، عین توحید ہے۔

---

(1) سورہ مائدہ آیہ 110

(2) سورہ نحل آیہ 40

## 8۔ اللہ کے فرشتے

ہمارا عقیدہ ہے کہ ملائکہ وجود رکھتے، ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو خاص امر کے لئے مقرر کیا گیا ہے، بعض کو ابلاغ و حی پر مامور کیا گیا تھا۔[(1)]

ایک گروہ کو انسانوں کے اعمال لکھنے پر مامور کیا گیا ہے۔[(2)]

ایک گروہ قبض روح پر مامور ہے۔[(3)]

ایک گروہ کو مومنین حقیقی کی مدد پر مامور کیا گیا ہے۔[(4)]

ایک گروہ کو جنگوں میں مومنین کی مدد کے لیے مامور کیا گیا ہے۔[(5)]

ایک گروہ کا کام باغی اور سرکش قوموں پر عذاب نازل کرنا ہے ۔[(6)] (سورہ ھود آیہ 77 ) اس کے علاوہ کائنات کے دوسرے امور ان کے حوالے کے کیے ہیں۔

چونکہ یہ سارے امور اللہ کے اذن اور حکم اور اس کی نصرت و استعانت سے ملائکہ کے سپرد کے گیے ہیں لہذا اصل توحید افعالی اور توحید ربوبیت سے نہ صرف یہ کہ اس سے کوئی منافات نہیں ہے بلکہ اس پر تاکید بھی ہے۔

اس سے یہ بات بھی روشن اور واضح ہوجاتی ہے کہ چونکہ شفاعت انبیاء و ائمہ و ملائکہ، اللہ کے اذن اور حکم سے ہے لہذا عین توحید ہے۔ ( مامن شفيع الا من بعد اذنه ) ۔۔کوئی بھی شفاعت کرنے والا خدا کے اذن کے بغیر شفاعت نہیں کرسکتا۔[(7)]

اس مسئلہ اور مسئلہ توسل کے بارے میں تفصیلی بحث انشاء اللہ نبوت انبیاء کے باب میں آئے گی ۔

---

(1)سورہ بقرہ آیہ97۔

(2)سورہ انفطار آیہ10۔

(3)سورہ اعراف آیہ37۔

(4)سورہ فصلت آیہ 30۔

(5)سورہ أحزاب آیہ 9

(7)سورہ یونس آیہ3

## 9۔ عبادت خداوند عالم سے مخصوص ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ عبادت خداوند عالم کی ذات اقدس سے مخصوص ہے۔ (جیسا کہ توحید عبادت کی بحث میں اشارہ ہوا ہے) لہذا جو بھی غیر خدا کی پرستش کرے گا وہ مشرک ہے، تمام انبیاء کی دعوت اسی مسئلہ پر متمرکز ہے۔

( اعبدوا الله مالکم من اله غیره ) ۔ خداوند عالم کی عبادت کرو کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

یہ بات قرآن مجید میں انبیاء کے حوالے سے کئی بار ذکر ہوئی ہے۔[1]

قابل توجہ ہے کہ دنیا کے تمام مسلمان ہمیشہ اپنی نمازوں میں سورہ حمد میں ایک مہم اسلامی شعار کے طور پر اس آیہ کریمہ کی تکرار کرتے ہیں اور کہتے ہیں

( ایاک نعبد و ایاک نستعین ) ۔ ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے استعانت و مدد طلب کرتے ہیں۔

واضح ہے کہ آئمہ اللہ تعالی کے اذن سے انبیاء اور فرشتوں کے شفاعت کرنے کا عقیدہ جیسا کہ قرآن مجید میں بیان ہوا اللہ کے اذن سے ہے، عبادت کے معنی میں نہیں ہے۔

اسی طرح انبیاء سے متوسل ہونا، اس معنی میں کہ وہ پروردگار عالم سے ان کی مشکلات کے حل کے لئے توسل کریں، یہ بات نہ پرستش و عبادت میں شمار ہوتی ہے اور نہ ہی توحید افعالی و توحید عبادت سے منافات رکھتی ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل نبوت کی بحث میں آئے گی۔ انشاء اللہ۔

---

(1)سورہ اعراف آیہ 59،65،73،85 وــــ۔

## 10۔ پروردگار عالم کی حقیقت سب کے لیے پوشیدہ ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ با وجود اس کے کہ خداوند عالم کے وجود کے آثار تمام کائنات پر آشکار و ہویدا ہیں، اس کی حقیقت ذات کسی پر روشن نہیں ہے۔ اور کوئی بھی اس کے حقیقت وجود تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا، اس لیے کہ اس کی ذات تمام جہات سے لا محدود ہے اور انسان ہر لحاظ سے محدود ہے۔ اور محدود کے لیے نامحدود کا احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے: الا انہ بکل شی محیط لا محدود۔ بے شک وہ تمام شی پر احاطہ و قدرت رکھتا ہے۔[1]

( و الله من ورائهم محيط ) ۔پروردگار عالم تمام اشیاء پر محیط ہے۔[2]

حکیم تو اپنی عقل پرناز کرتا ہے۔ تیری فکر اس راہ کو طی نہیں کر سکتی اس کی ذات تک خرد پہنچ سکتی ہے۔ اگر خس دریا کی تہہ میں پہنچ جائے تو

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی مشہور و معروف حدیث میں ارشاد ہوا ہے: ما عبدناک حق عبادتک و ما عرفناک حق معرفتک ۔ ہم تیری عبادت کرسکے اور معرفت کا کما حقہ حق ادا نہیں کر سکے۔[3]

واضح رہے کہ اس کہ معنا یہ نہیں ہیں کہ چونکہ ہم اس کے بارے میں علم تفصیلی نہیں رکھتے لہذا علم و معرفت اجمالی بھی حاصل نہ کریں اور صرف معرفت الہی کی باب میں ذکر ہونے والے ان الفاظ پر قناعت کریں جو ہمارے لیے واضح نہیں ہیں۔ یہ وہی نظریہ تعطیل معرفت ہے جسے ہم قبول نہیں کرتے ، اور جس کا عقیدہ نہیں رکھتے۔اس لیے کہ قرآن مجید اور دیگر آسمانی کتابیں سب کی سب اللہ کی معرفت اور شناخت کے لیے نازل کی گئی ہیں۔

اس موضوع کے بارے میں ڈھیروں مثالیں دی جاسکتی ہیں جیسے ہم حقیقت روح کے بارے میں نہیں جانتے کہ کیا ہے؟

لیکن اس کے بارے میں اجمالی علم ہمیں ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہے کہ روح وجود رکھتی ہے اور ہم اس کے آثار کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

امام باقر علیہ السلام کی ایک حدیث مین ارشاد ہوا ہے: كلما ميتر تموه باوهامكم فى اذن معانيه مخلوق وضوع مثلكم مردود اليكم ۔ ہر وہ چیز جسے انسان فکر و نظر سے اس کے واقعی معنا تک تصور کرسکے وہ آپ کی مخلوق و مصنوع ہوجاتی ہے اور خود اس انسان کے مانند ہے اور وہ تمہاری طرف ہی پلٹنی ہے۔ (اور یقینا خداوند عالم اس سے مبرا و منزہ ہے)[4]

حضرت امیر المومنین کی ایک حدیث میں معرفت الہی کی دقیق راہ کو نہایت بلیغ و حسین پیرایہ میں .بیان کیا گیا ہے ارشاد فرماتے ہیں: لم يطلع الله سبحانه العقول على تحديد صفته، و لم يحجبها امواج معرفته۔ خداوند عالم نے عقلوں کو اپنی صفات کی حد سے آگاہ نہیں کیا ہے اور (جبکہ) اسی کے با وجود انھیں ضروری ا شناخت و معرفت سے محروم اور محجوب نہیں کیا ہے۔[5]

(1) سورہ فصلت آیہ54

(2)سورہ بروج آیہ 20

(3) بحار الانوار جلد 68 صفحہ 23

(4) بحار الانوار جلد 66 صفحہ 293

(5) غرر الحکم

## 11۔ نہ تعطیل صحیح ہے نہ تشبیہ۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ جس طرح سے (تعطیل) یعنی خداوند عالم اور اسکی صفات کی شناخت و معرفت کا حاصل کرلینا صحیح نہیں ہے، اسی طرح سے تشبیہ کے عقیدہ کا قائل ہونا بھی غلط اور شرک آلود ہے، یعنی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس ذات پاک کو بالکل نہیں پہنچان سکتے، اس کی معرفت حاصل کرنے کا ہمارے پاس کوئی راستہ نہیں ہے، جیسا کہ اسے مخلوقات سے تشبیہ نہیں سکتے۔ ایک راہ افراط پر منتہی ہوئی ہے تو دوسری تفریط پر، اس نکتہ پر توجہ ہوئی چاہیے۔

## بخش دوم نبوت انبیاء الٰہی

### فلسفہ بعثت انبیاء

ہمارا عقیدہ ہے کہ خداوند عالم نے انسانوں کی ہدایت اور انھیں کمال و سعادت ابدی تک پہنچانے کے لیے انبیاء و مرسلین کو مبعوث کیا ہے، کیونکہ اگر خداوند عالم انھیں نہ بھیجتا تو انسان کے کا مقصد حاصل نہ ہوتا اور وہ گمراہی کے گرداب میں غوطہ ور رہتے اور مقصد خلقت کے برعکس نتیجہ نکلتا:

( رسلا مبشرین ومنذرین لئلایکون للناس علی اللہ حجة بعد الرسل و کان اللہ عزیزا حکیما ) ۔

ترجمہ: انبیاء (کو بھیجا) جو جنت بچی دینے جو بشارت اور جہنم سے ڈرانے والے تھے تا کہ لوگوں پر سے حجت تمام ہوجائے (تا کہ انبیاء لوگوں کو راہ سعادت و کمال دکھائیں اور سب کے لیے اتمام حجت کا سبب ہو) اور یقینا خداوند قدرت اور حکمت والا ہے۔[1]

ہمارا عقیدہ ہے کہ انبیاء میں پانچ حضرات اولو العزم اور صاحب شریعت ہیں، جن کے پاس آسمانی کتاب اور نئی شریعت تھی، ان میں سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام ہیں پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام ، اس کے بعد حضرت موسی و حضرت عیسی (ع) اور ان میں آخری حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم ہیں۔

( و اذ اخذنا من النبیین میثاقھم و منک و من نوح و ابراھیم و موسی و عیسی بن مریم و اخذنا منھم میثاقا غلیظا ) ۔

اس وقت کو یاد کریں جب ہم نے انبیاء سے عہد لیا اور (اسی طرح) آپ سے نوح و ابراہیم و موسی و عیسی سے اور ہم نے ان سب سے محکم عہد لیا (کہ کا رسالت کی تبلیغ اور آسماین کتاب کی تعلیمات کے لیے سعی کریں)[2]

( فاصبر کما صبر اولوالعزم من الرسل ) ۔

صبر و استقامت سے کام لو جیسے اولوالعزم پیغمبروں نے صبر و استقامت سے کام لیا ۔ [3]

ہمارا عقیدہ ہے کہ پیغمبر اسلام، خاتم الانبیاء اور اللہ کے آخری رسول ہیں اور ان کی شریعت دنیا کے تمام لوگوں کے لیے ہے اور دنیا کے ختم ہونے تک باقی رہے گی۔ یعنی اسلامی معارف و احکام و تعلیمات میں ایسی جامعیت پائی جاتی ہے کہ انسانوں کی تمام مادی و معنوی ضروریات کو پورا سکے۔ اور نبی اسلام کی بعد جو بھی نبوت و رسالت کا دعوی کرے وہ باطل و بے بنیاد ہے۔

( ما کان مُحَمَّد ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین و کان اللہ بکل شی علیما ) ۔[4]

محمد (ص) تم میں سے کسی بھی فرد کی منی بوے باپ نہیں ہیں، وہ اللہ کے رسول اور خاتم المرسلین رہیں اور یقینا خداوند پرستی ہے تم میں سے کسی بھی مرد آگاہ ہے۔ ( و جو کچھ نبی اکرم (ص) کے ضروری تھا، خداوند عالم نے ان کے اختیار میں قرار دیا)

(1) سورہ نساء آیہ 165

(2)سورہ احزاب آیہ 7

(3)سورہ احقاف آیہ 35

(4) سورہ احزاب آیہ40

## 13 ۔ ادیان آسمانی کے ماننے والوں کے ساتھ زندگی گزارنا۔

اس کے با وجود کہ ہم اسلام کو اس دور میں خداوندعالم کے حقیقی دین کے طور مانتے ہیں ۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ دیگر آسمانی ادیان کے پیرو کاروں کے ساتھ (صلح و دوستی و محبت کے ساتھ) زندگی گزارنا حقیقی چاہیے، چاہے وہ اسلامی ممالک میں رہتے ہوں یا غیر اسلامی ممالک میں، سوائے ان میں سے ایسے لوگوں کہ جو اسلام و مسلمین سے جنگ کرنا چاہتے ہوں۔

**لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین و لم یخرجوکم من دیارکم ان تبرد ھم و تقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین**

ترجمہ: خداوند عالم تمیں نیکی کرنے اور ایسے لوگوں سے عدالت کی رعایت کرنے سے، جنھوں نے دین کی خاطر تم سے جنگ نہیں کی اور تمیں تمہارے گھر اور وطن سے دور نہیں کیا، منع نہیں کرتا، اس لیے کہ خداوند عالم انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ [1]

ہمارا عقیدہ ہے کہ سلجھی ہوئی باتوں کے ذریعہ ہم حقیقت اور تعلیمات اسلام کو دینا کے تمام انسانوں کے سامنے بیان اور آشکار کرسکتے ہیں، یقینا اسلام میں اس قدر قوی جاذبیت و کشش پائی جاتی ہے کہ اگر اسے اچھی طرح سے بیان کردیا جائے تو وہ بہت بڑی تعداد کو اپنی طرف جذب کرسکتا ہے، خاص طور پر آج دینا میں اسلام کا پیغام سننے کے لیے لوگوں کے قلوب آمادہ ہیں۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ اسلام کو جبر و زبردستی کے ساتھ لوگوں پر تحمیل نہیں کرنا چاہیے (لا اکر اہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی ) دین کے قبول کرنے میں کوئی زبردستی نہیں ہے اس لیے کہ صحیح اور غلط راستے آشکار ہوچکے ہیں۔ [2]

ہمارا عقیدہ ہے کہ اسلام کے جامع اصول و قوانین پر عمل کرکے مسلمان دوسروں کے لیے اسلام کو پیش کرسکتے ہیں۔ لہذا کسی اجبار و تحمیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

---

(1)سورہ ممتحنہ آیہ 8

(2)سورہ بقرہ آیہ 256

## 14 ۔ انبیاء کا عمر کے ہر حصہ میں معصوم ہونا۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء الہی معصوم عن الخطا ہیں، عمر کے ہر حصہ میں (چاہے نبوت سے پہلے کی عمر ہو یا بعد کی) وہ خطا و غلطی و گناہ سے اللہ کی تائید و توفیق سے محفوظ رہتے ہیں، اس لیے کہ اگر وہ گناہ یا خطاء کے مرتکب ہوں تو مقام نبوت پر سے لوگوں کا اعتماد ختم ہوجائے گا اور لوگ انہیں اپنے اور خدا کے درمیان واسطہ بنانے سے مطمئن نہیں رہیں گے اور انھیں اپنی زندگی کے تمام امور میں اپنا راہنما و آئیڈیل نہیں بنا سکیں گے۔

اسی دلیل کے تحت ہمارا عقیدہ ہے کہ اگر بعض آیات قرآنی کے ظاہر سے بعض نبیوںکی طرف گناہ کی نسبت دی گئی ہے وہ ترک اول کے طور پر ہیں (یعنی یہ کہ انھوں نے نیک کاموں میں کم درجہ کا کو منتخب کرلیا حالانکہ بھتریہ ہوتا کہ وہ عالی درجہ کام کا انتخاب کرتے۔ یا دوسری تعبیر کے مطابق جیسے (حسنات الابرار سیئات المقربین) اچھوں کی نیکیاں (کبھی) مقرب لوگوں کے لیے گناہ کا درجہ اختیار کرلیتی ۔ (1)

---

(1) مرحوم علامہ مجلسی نے بحارالانوار میں اس جملہ کی نسبت آئمہ علیہم السلام طرف دی ہے، حالانکہ انھوں نے کسی معصوم کا نام نہیں لیا ہے۔(بحار الانوار جلد 25 صفحہ 205) اس لیے کہ ہر انسان سے عمل کی توقع اس کے مقام و مرتبہ کے صاحب سے کی جاتی ہے ۔

## 15 ۔ وہ سب اللہ کے مطیع بندے ہیں۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ کے نبیوں اور رسولوں کا سب سے بڑا افتخار یہ تھا کہ وہ اس کے مطیع و فرمانبردار بندے تھے، یہی دلیل ہے کہ ہم ہر روز اپنی نمازوں میں پیغمبر اکرم (ص) کے بارے میں اس جملہ کی تکرار کرتے ہیں: و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ص) اللہ کے بندہ اور اس کے رسول ہیں۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ کسی بھی نبی نے اللہ ہونے کا دعوی نہیں کیا ہے اور لوگوں کو اپنی عبادت کی دعوت نہیں دی ہے۔ ( ما کان بشر ان یوتیہ اللہ الکتاب و الحکم و النبوہ ثم یقول للناس کونوا عبادا لی من دون اللہ ) ۔

ترجمہ: کسی بھی انسان کے لیے بھتر نہیں ہے کہ خداوند اسے آسمانی کتاب اور حکم و نبوت دے اور پھر وہ لوگوں سے کہے کہ خدا کے علاوہ میری عیادت کرو۔[1]

یہاں تک کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے بھی ہرگز لوگوں کو اپنی عبادت کی دعوت نہیں دی اور ہمیشہ خود کو اللہ کی مخلوق، بندہ اور رسول ہونے کا اعلان کیا:

( لن یستنکف المسیح ان یکون عبدا اللہ و لا الملائکہ المقربون ) ۔ ہرگز عیسی (ع) کو اس بات سے انکار نہیں تھا کہ وہ اللہ کے بندہ ہیں اور نہ ہی مقرب فرشتوں نے کبھی اس بات کی تائید کی کہ وہ اللہ کے بندے نہیں ہیں۔[2]

عیسائیت کی موجودہ تاریخ بھی گواہی دیتی ہے کہ مسئلہ تثلیث (تین خدا کا عقیدہ رکھنا) پہلی صدی عیسوی میں اس کا وجود نہیں تھا بلکہ یہ عقیدہ بعد میں پیدا ہوا ہے۔

---

(1)سورہ آل عمران آیہ 79

(2)سورہ نساء آیہ 172

## 16 ۔ معجزات و علم غیب

انبیاء کا بندہ ہونا اس بات سے منافات نہیں رکھتا کہ وہ اذن و فرمان خداوند سے غیب کی ماضی، حال اور مستقبل کی باتوں سے آگاہ نہ ہوں ۔

( عالم الغیب فلا یظھر علی غیبه احدا الا من ارتفی من رسول ) ۔

ترجمہ: پروردگار عالم غیب کا جاننے والا ہے وکسی کو اپنے غیب کے اسرار سے آگاہ نہیں کرتا مگر ان رسولوں کو جنھیں اس نے منتخب کیا ہے۔[(1)]

ہمیں معلوم ہے کہ حضرت عیسی کی معجزوں میں سے ایک یہ تھا کہ وہ لوگوں کو غیب کی خبر دیتے تھے:

( و انبئکم بما تاکلون و ما تدخرون فی بیوتکم ) ۔ میں تمہیں ان چیزوں کے بارے میں، جو تم کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو، خبر دیتا ہوں۔[(2)]

پیغمبر اسلام (ص) بھی تعلیم الھی کے وسیلہ سے بہت سی پوشیدہ باتوں کو بیان فرمایا کرتے تھے:

( ذلک من ابناء الغیب توحید الیک ) یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ پر وحی کرتے ہیں۔

لہذا اس بات میں کوئی منافات نہیں ہے کہ انبیاء الھی وحی کے ذریعہ اللہ کی اجازت سے لوگوں کو غیب کی خبریں دیں اور قرآن مجید کی جن آیات میں نبی اکرم(ص) سے غیب کے علم کی نفی کی گئی ہے: جیسے ( و لا اعلم الغیب و لا اقول لکم انی ملک ) ۔مجھے غیب کا علم نہیں ہے اور میں تم سے نہیں کہتا کہ میں ملک ہوں۔[(3)]

اس سے مراد علم ذاتی و استقلالی ہے وہ علم نہیں ،جو تعلیم الھی کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ قرآن مجید کی بعض آیات ،دیگر بعض کی تفسیر کرتی ہیں۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ انبیاء الھی غیر معمولی کاموں اور اہم معجزات کو اللہ کے اذن سے انجام دیا کرتے تھے اور اس طرح کے کام انجام دینے کا عقیدہ رکھنا ،جو اللہ کے اذن سے ہو، نہ شرک ہے اور نہ ہی مقام عبودیت سے کوئی منافات رکھتا ہے۔ حضرت عیسی (ع) قرآن مجید کی صراحت کی مطابق مردوں کو اللہ کے اذن سے زندہ کردیا کرتے تھے، ناقابل علاج بیماروں کو اللہ کے حکم شفاء عطا کیا کرتے تھے: ( و ابری الاکمه والابرص و احی الموتی باذن اللہ ) ۔[(4)]

---

(1) سورہ جن آیہ 26، 27

(2) سورہ آل عمران آیہ 49

(3)سورہ انعام آیہ 50

(4) سورہ آل عمران آیہ 49

## 17۔ مقام شفاعت انبیاء

ہمارا عقیدہ ہے کہ انبیاء الھی اور ان میں سب سے افضل و برتر پیغمبر اسلام ( ﷺ ) مقام شفاعت رکھتے ہیں اور گناہ گاروں کے خاص گروہوں کے لیے خداوند عالم سے شفاعت کریں گے۔ یہ شفاعت بھی اذن و اجازہ پروردگار کے ساتھ ہوگی:

( ما من شفيع الا من هو اذنه ) ۔کوئی بھی شفاعت نہیں کرسکتا مگر وہ جسے اللہ اذن دے گا۔[1]

( من ذا الذی يشفع عنده الا باذنه ) ۔کون ہے جو اللہ شفاعت کرے مگر یہ کہ اس کے اذن سے۔[2]

اور اگر قرآن مجید کی بعض آیات کریمہ میں بطور مطلق شفاعت کی نفی کی گئی ہے اور ارشاد ہو رہا ہے:

**من قبل ان ياتى يوم لا بيع فيه ولا خلة**

انفاق کرو اس دن کے آنے سے پہلے کہ جس دن نہ بیع ہوگی (تا کہ کوئی اپنے لیے سعادت و نجات کو خرید کے) نہ دوستی (اور معمولی رفاقت کا کوئی فایدہ نہیں ہوگا) اور نہ شفاعت ۔[3]

ہمارا عقیدہ ہے کہ مسئلہ شفاعت، انسانوں کی تربیت اور گناہگاروں کو راہ راست پر پلٹانے اور انھیں پاکی و تقوی کی طرف تشویق دلانے ، ان کے دل میں امید زندہ کرنے کے لیے نہایت اہم وسیلہ ہے۔ اس لیے کہ ایسا نہیں ہے مسئلہ شفاعت بغیر کسی حساب و کتاب کے ہو بلکہ یہ صرف ایسے افراد اور لوگوں کے لیے ہے جن میں اس کی شایستگی و اہلیت پائی جاتی ہوگی یعنی ان کے گناہ اس حد تک نہ ہوں کہ ان کا رابطہ شفاعت کرنے والے حضرات سے بالکل ٹوٹ گیا ہو۔ مسئلہ شفاعت گناہگاروں میں خوف پیدا کرانے کہ لیے ہے کہ انسان اپنے پیچھے بازگشت کے ایک راستہ کو کھلا رکھے اور شفاعت کی لیاقت و استعداد کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔

---

(1) سورہ یونس آیہ 3

(2) سورہ سورہ بقرہ آیہ 255

(3) یہاں شفاعت سے مراد استقلالی اور بغیر اذن والی شفاعت ہے یا ایسے لوگوں کے بارے میں ہے جن میں شفاعت کی قابلیت ہوگی۔ اس لیے کہ قرآن مجید کی بعض آیات دیگر بعض کی تفسیر کرتی ہیں۔

## 18 - مسئلہ توسل

ہمارا عقیدہ ہے کہ توسل کا مسئلہ بھی شفاعت کی طرح ہے- یہ مسئلہ مادی و معنوی مشکل میں بھنسے ہوئے لوگوں کو امید اور اجازت دیتا ہے کہ اولیاء الھی کے دامن کا سہارا لیں تا کہ اللہ تعالی کے اذن سے وہ ان کی مشکلات کو حل کرا دیں- یعنی یہ کہ ایک طرف تو وہ خود اللہ کی بارگاہ میں حضور پیدا کریں اور دوسری طرف اولیاء الھی کو اپنا وسیلہ قرار دیں:

( و لو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤک فاستغفروا الله و استغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما ) -

اگر وہ لوگ خود پر ظلم کرنے اور گناہ کے مرتکب ہونے کے بعد، آپ کے پاس آتے اور اللہ سے طلب بخشش کرتے اور رسول خدا (ص) بھی ان کے لیے طلب غفران کرتے تو خداوند عالم کو معاف کرنے والا اور مھربان پاتے-[1]

حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں کی داستان میں ہم یہ پڑھتے ہیں کہ وہ سب اپنے والہ سے متوسل ہوئے اور سب نے کہا: یا ابانا استغفر لنا انا کنا خاطئین- اے پدر، ہمارے لیے خداوند سے طلب مغفرت کریں، اس لیے کہ ہم نے خطا کی تھی، بوڑھے باپ (یعقوب نبی) نے ان کے اس درخواست کو قبول کیا اور ان سے مدد کا وعدہ کیا اور کہا: سوف استغفر لکم ربی- عنقریب میں تم سب کے لیے بارگاہ خداوندی میں طلب مغفرت کروں گا-[2]

یہ آیات اس بات کی گواہ ہیں کہ توسل گذشتہ امتوں میں بھی تھا اور آج بھی باقی ہے-

ہاں اس عقلی حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے اور اولیاء خدا کو مستقل اور اذن خداوند سے بے نیاز نہیں سمجھنا چاہیے اس لیے کہ ایسا کرنا مشرک و کفر سبب بن جائے گا-

اور ایسا بھی نہیں ہونا چاہیے کہ توسل، اولیاء الھی کی عبادت کی میں تبدیل ہوجائے، ایسا کرنا بھی کفر و شرک ہے - اس لیے کہ وہ ذاتا اور بغیر اذن الھی سود و زیان نہیں پہچا سکتے-

( قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ماشاء الله ) - کہہ دیجیے کہ میں (حتی) کہ خود کو بھی فایدہ و نقصان نہیں پہچا سکتا مگر یہ کہ خدا ایسا چاہے-[3]

غالبا تمام اسلامی فرقوں کی عوام توسل کے مسئلے میں افراط و تفریط سے کام لیتی ہے- ایسے لوگوں کی ہدایت و راہنمایی کرنی چاہیے-

---

(1) سورہ نساء آیہ 64

(2) سورہ یوسف آیہ 98،97

(3)سورہ اعراف آیہ 188

## 19 ۔ تمام انبیاء کی دعوت کا مقصد ایک ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء کا ہدف مشترک تھا اور وہ انسانی معاشرہ میں ایمان، خدا و قیامت ، دین کی صحیح تعلیم و تربیت اور اخلاقی اصولوں کی تقویت سے انسانوں کو سعادت تک پہچانا ہے۔یہی دلیل ہے کہ تمام انبیاء محترم ہیں، قرآن مجید نے ہمیں اس بات کی تعلیم دی ہے:

( لا نفرج بين احد من رسله ) : ہمارے نزدیک انبیاء الٰھی کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔[1]

اگرچہ زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ بشریت اعلی تعلیمات کے لیے بتدریج آمادہ ہوتی گئی اور ان تعلیمات کے عمق میں اضافی ہوتا گیا اور سلسلہ یہاں تک آگے بڑھا کہ آخری اور کامل ترین دین ا،سلام تک آگیا اور خداوند عالم کی طرف سے یہ حکم صادر ہوگیا کہ

( اليوم اكملت لكم دينكم و اتممت عليكم نعمتى و رضيت لكم الاسلام دينا ) ۔آج میں نے تمہارے دین کو کامل کردیا اور اپنی نعمتوں کو تم پر تمام کردیا اور اسلام کو دین جاوید کے طور پر قبول کرلیا۔

---

(1)سورہ بقرہ آیہ 285

## 20 ۔ گذشتہ انبیاء کی خبریں

ہمارا عقیدہ ہے کہ بہت سے نبیوں نے اپنے بعد آنے والے پیغمبروں کی بشارت دی، جیسے حضرت موسی (ع) حضرت عیسی (ع) جنھوں پیغمبر اسلام (ص) کے بارے واضح نشانیوں کی ساتھ خبردی، جو آج بھی ان کی بعض کتابوں میں مندرج ہے:

( الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التورات والانجیل-----اولئک ھم المفلحون ) ۔

جو لوگ اللہ کے امی (دنیا میں درس نہ پڑھنے والے اگر عالم و آگاہ) رسول کی پیروی کرتے ہیں، وہی نبی جس کے صفات کو وہ تورات و انجیل جوان کے پاس ہے امین ہوتے ہیںٙایسے لوگ ہی کامیاب و کامران ہیں۔[1]

اس بات کی دلیل ہم تاریخ میں پڑھتے ہیں کہ پیغمبر اسلام (ص) کی بعثت سے پہلے یہود کا ایک گروہ مدینہ آیا اور وہ بڑی بے صبری اور بے تابی سے آپ بعثت کا انتظار کر رہے تھے، اس لیے کہ انھوں نے اپنی کتابوں میں پڑھا تھا کہ اس کا ظہور اسی سرزمین سے ہوگا۔ اگرچہ آپ کے مبعوث بہ رسالت ہونے کے بعد ان میں سے بعض ایمان لے آئے اور بعض اپنے فایدوں کی وجہ سے مخالفت پر اتر آئے۔

---

(1)سورہ اعراف آیہ 157

## 21 ۔ انبیاء الھی انسانی زندگی کے تمام پہلو کی اصلاح چاہتے تھے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ آسمانی ادیان جو اللہ کے رسولوں کو دیئے گیے بہ خاص طور پردین اسلام ، وہ صرف انسان کی فردی ا،نفرادی زندگی یا معنوی و اخلاقی مسائل تک منحصر نہیں تھے بلکہ وہ انسان کی معاشرتی زندگی کے تمام پہلووں اور گوشوں پر محیط تھے۔یہاں تک کہ بہت سے علوم ،جو انسان کی روزمرہ زندگی کے لیے ضروری اورناگزیر تھے، لوگ آپ سے ان کی تعلیم حاصل کرتے تھے، جس میں بعض کی طرف قرآن مجید میں بھی اشارہ کیا گیاہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ انبیاء الھی کے منجملہ مہمترین اہداف میں سے ایک ہدف، سماج اور معاشرہ میں نظام عدل و انصاف قائم کرنا تھا:

( و لقد ارسلنا رسلنا بالبینات و انزلنا معهم الکتاب و المیزان لیقوم الناس بالقسط ) ۔

ترجمہ: ہم نے اپنے رسولوں کے روشن دلایل کے ساتھ بھیجا ان کے ساتھ آسمانی کتاب اور میزان (حق کو باطل کی بھجان اور عادلانہ قوانین کو نازل کیا تا کہ (دیناکے) لوگ عدل و انصاف قائم کریں۔[1]

---

(1)سورہ حدید آیہ 25

## 22 قومی و نسلی امتیاز کی نفی

ہمارا عقیدہ ہے کہ انبیاء الھی مخصوصا پیغمبر اسلام (ص) کسی طرح کے قومی و نسلی امتیاز کو قبول نہیں کرتے تھے بلکہ ان کی نظر میں دنیاکی ساری نسلیں، زبانیں، قومیں اور ملتیں یکساں تھیں۔ قرآن مجید تمام انسانوں کو خطاب کرتے ہوئے اعلان کرتا ہے:

( یا ایھا الذین آمنوا انا خلقنا کم من ذکر و انثی و جعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ) ۔

اے لوگوں ہم نے تمیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہیں خاندان اور قبیلوں میں قراردیا تا کہ ایک دوسرے کو پہچان سکو (یہ کوئی امتیاز کا معیار نہیں ہے) ہم اللہ کے نزدیک تم سب سے زیادہ محترم سبا سے زیادہ تقوی لوگ ہیں۔[1] پیغمبر اسلام (ص) کی ایک نہایت معروف حدیث میں اس طرح سے ذکر ہوا ہے کہ سرزمین منی پر (حج کے موسم میں ) آپ اس حالت میں کہ شتر پر سوار تھے،

لوگوں کی طرف رخ کیا اور یہ حدیث ارشاد فرمائی:

( یا ایھا الناس ، الا ان ربکم واحد و ان اباکم واحد، الا لا فضل لعربی علی عجمی، ولا لعجمی علی عربی، ولا لاسود علی احمر، ولا الاحمر ولی اسود، الا بالتقوی ) ۔

اے لوگوں، جان لو کہ تمہارے پروردگار ایک ہے، تمہارا باپ ایک ہے، نہ عرب کو عجم پر برتری ہے، نہ عجم کو عرب دلی نہ سیاہ پوست کو گندمی رنگ والے پر برتری ہے، نہ گندمی رنگ والے کو سیاہ پوست والوں پر، اس برتری کا معیار صرف تقوی ہے۔ کیا میں نے تم تک پیغام پہچادیا؟ سب نے کیا: ہاں۔ پھر فرمایا ابن بات کو حاضرین غائبین تک پہنچائیں۔[2]

---

(1) سورہ حجرات آیہ 13

(2) تفسیر قرطبی، جلد 9 صفحہ 6162

## 23۔ اسلام اور انسانی سرشت

ہمارا عقیدہ ہے کہ خداوندعالم پر ایمان ، توحید اور انبیاء کی تعلیمات کے اصول اجمالی اور فطری طور پر تمام انسانوں کی سرشت میں موجود ہیں، انبیاء الھی نے ان پر ثمر تخموں کی آبیاری آب وحی سے کی ہے اور شرک و گمراھی کی جھاڑیوں کو انسان سے دور کیا ہے:

( فطرة الله التی فطر الناس علیها لا تبدیل لخلق الله ذلک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون ) ۔

یہ (پروردگار کا خالص دین) ایسی فطرت ہے جس پر خداوند عالم نے تمام انسانوں کو خلق کیا ہے اور خلقت الھی میں کوئی تبدیلی نہیں ہے (امر یہ فطرت تمام انسانوں میں ثابت ہے) یہ استوار دین ہے مگر اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔[1]

یہی دلیل ہے کہ تاریخ میں ہمیشہ دین، انسانوں کے درمیان رہا اور مورخین کے قول کے مطابق بے دینی و لا دینی ایک امر نادرست اور استثنایی ہے یہاں تک کہ بہت سے ایسے نامور مکتب جو ایک دراز مدت تک سختیوں اور پروپینگنڈوں کے باعث ضد دین رہے ہیں، مگر انہیں جیسے ہی آزادی حاصل ہوئی، دینداری کی طرف لوٹ آئے ہیں۔

ہاں اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ بہت سی گذشتہ قوموںکا ثقافتی پچھڑاپن سبب بنتا کہ ان کے عقاید اور دینی آداب خرافات اور بدعتوں کی نذر ہوجائیں اور اس مقام پر ، انبیاء الھی کا کام ایسی بدعتوں اور خرافات سے مقابلہ کر آئینہ فطرت انسان سے غبار باطل کو صاف کرنا ہوتا تھا۔

---

(1) سورہ روم آیہ 30

## بخش سوم۔ قرآن اور کتب آسمانی

### 24 ہمارا عقیدہ ہے کہ خداوند عالم نے انسانوں کی ہدایت کے لیے متعدد آسمانی کتابوں کو نازل کیا۔

خدا اور عبادت پروردگار میں خطا کا شکار ہوجاتا اور تقوی و اخلاق و تربیت کے اصولوں اور انسانی سماج کے قوانین سے بے بھرہ رہ جانا۔

یہ آسمانی کتابیں باران رحمت کی طرح صفحہ دل پر نازل ہوئیں اور تقوی و اخلاق و معرفت ت خدا و علم و حکمت کے بذر کو انسانی سرشت میں کاشت کرنے کے بعد انھیں پرورش دے کر ثمرہ تک پہچایا۔

( آمن الرسول بما انزل الیه من ربه والمومنون کل آمن بالله و ملائکته و کتبه و رسله ) ۔

ترجمہ: اے پیغمبر، جو کچھ اللہ کی طرف سے ان پر نازل ہوا، سب پر ایمان لائے اور تمام مومنین (بھی) خدا و ملائکہ اور تمام آسمانی کتب اور ان کے لانے والوں پر ایمان لائے۔[1]

اگرچہ صد افسوس کہ زمانہ گزرنے اور جاہلوں اور نا اہلوں کی دخالت کی وجہ سے بہت سی آسمانی کتا تحریف کا شکار ہوگئیں اور ان میں باطل افکار مخلوط ہوگیے، مگر قرآن مجید بعض دلائل کی وجہ سے جن کا ذکر بعد میں آئے گا، تحریف سے محفوظ رہا اور آفتاب کی طرح ہر زمانہ اور صدی میں نور افشانی کرتا رہا اور قلوب کو منور کرتا رہا۔

( قد جائکم من الله نور و کتاب مبین یهدی به الله من اتبع رضوانه سبل السلام ) ۔

خداوند عالم کی طرف سے نور اور کتاب مبین تمہارے پاس بھیجے گیے۔ پروردگار عالم اس کی برکت سے، ایسے لوگوں کو، جو خوشی سے اس کی پیروی کرتے ہیں، راہ سلامت ( و سعادت ) کی طرف ہدایت کرتا ہے ۔

---

(1)سورہ بقرہ آیہ 285

## 25 قرآن مجید، پیغمبر اسلام(ص) کا سب سے بڑا معجزہ۔

33۔ سنت آیمہ اھل بیت علیہم السلام ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید، پیغمبر اسلام (ص) کے مہمترین معجزوں میں ہے، صرف فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے ہی نہیں بلکہ شیرینی بیان اور معانی کے بلیغ ہونے کے لحاظ سے بھی، ان کے علاوہ دوسرے مختلف جہات کے اعتبار سے بھی قرآن مجید اعجازی حیثیت رکھتاہے۔ جس کی شرح و تفصیل عقاید و کلام کی کتابوں میں موجود ہے۔

اسی دلیل کے سبب ہمارا عقیدہ ہے کہ کوئی قرآن کی مانند حتی اس کے ایک سورہ کی مثال نہیں لاسکتا۔ قرآن نے بارھا شک و تردید کرنے والوں کو دعوت مقابلہ دی مگر کسی میں اس کی نظیر لانے کی جرات پیدا نہ ہوسکی:

( قل لئن اجتمعت الانس والجن ولی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثله و لو کان بعضھم لبعض ظھیرا ) ۔

اے نبی کہہ دیجئیے کہ اگر انسان و جنات مل کر اس قرآن کا جواب لانا چاہیں تو بھی اس کا جواب نہیں لاسکتے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے شریک بن جائیں۔[1]

( و ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورة من مثله وادعوا شھداء کم من دون الله ان کنتم صادقین )

۔

جو کچھ ہم نے اپنے بندہ (محمد) پر نازل کیاہے اگر اس میں شک و تردید ہے تو (کم از کم) اس جیسا ایک سورہ لے آؤ اور اللہ کے سوا اس کام کے لیے اپنے گواہوں کو دعوت دو اگر تم سچے ہو۔[2]

اور ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید، زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ نہ صرف یہ کہ کہنہ نہیں ہوتا بلکہ اس کے اعجازی نکات اور زیادہ آشکار اور اس کی عظمت دنیا والوں پر روشن ہوتی جاتی ہے۔

امام صادق علیہ السلام ایک حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں:

( ان الله تبارک و تعالی لم یجعله لزمان دوزمان و لناس دون ناس فھو فی کل زمان جدید و عند کل قوم غض الی یوم القیامة ) ۔

خداوند متعال نے قرآن مجید کو ایک خاص زمانہ یا گروہ کے لیے قرار نہیں دیاہے۔ یہی سبب ہے کہ وہ ہر زمانہ میں تازہ اور ہر گروہ کے نزدیک قیامت تک کے لیے باطراوت رہے گا۔[3]

---

(1) سورہ اسراء آیہ 88

(2)سورہ بقرہ آیہ 23

(2)سورہ بقرہ آیہ 23

## 26۔ قرآن مجید میں تحریف نہیں ہوئی ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ آج دنیا کے مسلمانوںکے پاس جو قرآن مجید ہے، وہ وہی ہے جو پیغمبر اسلام پر نازل ہوا تھا اور اس میں کوئی کمی یا زیادتی نہیں ہوئی ہے۔ ابتداء نزول وحی سے ہی اصحاب کا ایک بڑا گروہ، قرآن مجید کی آیات کو نازل ہونے کے بعد لکھا کرتا تھا اور مسلمانوںکا یہ فریضہ تھا کہ شب و روز اس کی تلاوت کریں اور پنج گانہ نماز میں اس کی تکرار کریں۔ ایک عظیم گروہ قرآن مجید کے حافظ اور قاری کی حیثیت رکھتا تھا جس کو اسلامی معاشرہ میں ایک خاص مقام و منزلت حاصل رہی ہے۔

یہ ساری باتیں اور ان کے علاوہ دوسری باتیں سبب بنیںکہ قرآن مجید چھوٹی سے چھوٹی تحریف و تغییر سے محفوظ رہا۔

اس کے علاوہ خداوند عالم نے قرآن مجید کی دنیا کے ختم ہونے تک حفاظت کی ذمہ داری لی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس ذمہ داری کے بعد قرآن مجید میں کسی بھی طرح کی تغییر و تحریف کا ہونا ممکن نہیں ہے۔ (انّا نحن نزلنا الذکر و انّا له لحافظون ) ) ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی قطعی طور پر اس کی حفاظت کریں گے۔ بزرگ اسلامی علماء و محققین شیعہ ہوں یا سنی سب اس امر پر متفق ہیں کہ قرآن مجید میں کسی بھی طرح کی تحریف نہیں ہوئی ہے، سوائے دونوںگروہ کے بعض افراد کے جو بعض روایات کی وجہ سے تحریف کے قائل ہیں حالانکہ دونوںگروہوں کے علماء ان کے نظریہ کو قاطعیت کے ساتھ رد کرتے ہیں اور تحریف کی روایات کو جعلی قرار دیتے ہیں۔ یا انہیں تحریف معنوی (یعنی آیات قرآن کی غلط تفسیر کرنا)یا تفسیر قرآن کو متن قرآن سے خلط کردینا، جانتے ہیں، اس بات پر دقت ہونا چاہیئے۔

ایسے کوتاہ فکر حضرات جن کا تحریف قرآن پر عقیدہ ہے حالانکہ شیعوں اور سنیوں کے بزرگ علماء صریحاً تحریف قرآن کی مخالفت کرتے ہیں، شیعہ و غیر، گروہ کی طرف اس کی نسبت دیتے ہیں اور ناآگاہانہ طور پر قرآن مجید کی حیثیت کو نقصان پہنچاتے ہیں اور اپنے ان تعصب بھرے عمل سے، اس مقدس آسمانی کتاب کے اعتبار کو زیر سوال لارہے ہیں اور اس کے تقدس کو مخدوش کرنے کا موقع دشمن کو فراہم کررہے ہیں

جمع آورئی قرآن کے تاریخ سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ پیغمبر اسلام کے زمانے ہی میں جمع آوری قرآن کے تاریخی عصر پیغمبر میں قرآن کے جمع ہو جانے، اس کے لئے غیر معمولی اہتمام و انتظام، مسلمانوں کا کتابت، حفظ و حفاظت کرنا خصوصاً گروہ کاتبان وحی کا روز اول سے وجود میں آنا، اس حقیقت کو آشکار کردیتا ہے کہ قرآن مجید میں تحریف ہونا غیر ممکن امر رہاہے۔

اور اس قرآن کے علاوہ کسی دوسرے قرآن کا وجود نہیں ہے اس بات کی دلیل بالکل واضح ہے اور اس کی تحقیق کے راستے سب کے لئے کھلے ہوئے ہیں اس لئے کہ آج قرآن تمام گھروں، مسجدوں، کتب خانوں میں موجود ہے حتی کہ وہ خطی نسخے بھی سینکڑوں سال پہلے لکھے گئے ہیں اور میوزیم میں رکھے ہوئے ہیں سب اس بات کی علامت ہیں کہ یہ وہی قرآن ہے جو جو تمام

اسلامی ممالک میں پایا جاتا ہے اور اگر گزشتہ وقتوں میں اس بات کی تحقیق کے وسائل فراہم نہیں تھے تو آج یہ امکان فراہم ہے اور سب کے لئے تحقیق کے راستے کھلے ہیں مختصر جستجو اور تحقیق سے ان باتوں کے بے بنیاد ہونے کی حقیقت آشکار ہو جائے گی۔ فبشّر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ ۔ میرے بندوں کو بشارت دیدو کہ جب وہ باتوں کو سنتے ہیں تو ان میں سے بہترین کی پیروی کرتے ہیں آج کے دور میں ہمارے مدرسوں میں علوم قرآنی بطور وسیع تدریس کئے جاتے ہیں مہم ترین بحث جو ان مدرسوں میں ہوتی ہے وہ قرآن مجید میں تحریف و تغیر کا نہیں پایا جانا ہے۔ (1)

---

(1) ہم نے اپنی کتابوں تفسیر و اصول فقہ کے علاوہ تحریف قرآن سے متعلق مفصل بحثیں کی ہیں (کتاب انوار الاصول اور تفسیر نمونہ کی طرف رجوع کریں )

## 27۔ قرآن اور انسانی زندگی کی مادی و معنوی ضروریات

ہمارا عقیدہ ہے کہ جو کچھ انسانی زندگی کی مادی و معنوی ضروریات ہیں ان کے اصول و کلیات قرآن مجید میں .بیان ہوئے ہیں نظام حکومت اور مسائل سیاسی دوسرے کے ساتھ معاشرتی روابط ، اصول معاشرت ، جنگ و صلح عدالتی و اقتصادی مسائل وغیرہ ان کے اصول و کلیات .بیان ہوئے ہیں جن پر عمل سے ہماری زندگی کے مسائل حل اور بہتر ہو سکتے ہیں

ترجمہ آیت : ہم نے اس کتاب کو تم پرنازل کیا جو تمام چیزوں کے بارے میں .بیان کرنے والی ہے اور مسمانوں کے لئے ھدایت و بشارت ہے اور مسلمانوں کو حکم دیتی ہے کہ اپنی حکومت کی زمام خود سنبھالیں اور بلندپایہ اسلامی اقدار کو اس کی مدد سے زندہ کریں اور اسلامی سماج کی اس طرح سے تربیت ہو کہ تمام لوگ عدل و انصاف کی راہ پر گام زن ہو جائیں اور دوست و دشمن سب کے ساتھ عدل و انصاف کرنے کا نظام قائم ہو جائے ۔

( یا ایها الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شهداء لله و لو علی انفسکم اووالدین و الاقربین ) ۔

اے ایمان لانے والوں عدل و انصاف قائم کرنے کے لئے قیام کرو اور خدا کے لئے شھادت دو اگرچہ وہ تمہارے یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں کے لئے نقصان کا باعث ہو۔

( ولا یجرمنکم شنئان قوم علی ان الا تعدلوا اعدلو ا هوا اقرب للتقوی ) ۔

ہر گز ایسا نہ ہو کہ کسی گروہ سے دشمنی تمہیں گناہ و بے انصافی تک لے جائے عدل و انصاف کرو کہ وہ تقوی اور پرھیزگاری سے زیادہ نزدیک ہے ۔

اس دلیل کی وجہ سے ہمارا عقیدہ ہے کہ ہرگز اسلام حکومت و سیاست سے جدا نہیں ہے ۔

## 28۔ تلاوت تدبر و تفکر اور عمل

ہمارا عقیدہ ہے کہ تلاوت قرآن افضل ترین عباتوں میں سے ہے کم عبادتیں ہیں کہ جو اس کے پائیہ منزلت تک پہونچ سکتی ہیں اس لئے کہ یہ تلاوت فکر کو الھام بخشنے والا ، قرآن میں تدبر اور تفکر کرنے اور نیک و صالح اعمال کا سرچشمہ ہے ۔

قرآن پیغمبر اسلام کو خطاب کرکے فرماتا ہے :

( قم اللیل الا قلیلاً ،نصفه او انقص منه قلیلاً او زد علیه و رتّل القرآن ترتیلاً ) ۔

شب میں کم عباد تیں کریں آدھی رات (بیدار ہوں) یا اس سے پہلے کی بیداری کو کم کریں یا بڑھائیں اور تلاوت قرآن مجید کو دقت اور فکر کے ساتھ تلاوت کریں قرآن تمام مسلمانوں کو خطاب کر کے فرماتا ہے: جہاں تک ممکن ہو سکے قرآن کی تلاوت کیا کرو ۔قرآن کی تلاوت تا حد امکان کرو ۔

ہاں لیکن جیسا کہ بیان کیا گیا قرآن کی تلاوت اس میں اور اس کے معنی میں تفکر و رتدبر کا سبب ہونا چاہیئے اور یہ تفکر و تدبر اس پر عمل کرنے کے لئے مقدم ہونا چاہیئے ( افلا یتدبرون القرآن ام علی قلو بھم اقفالھا ) ۔کیا وہ قرآن میں تفکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر مہر لگ گئی ہے۔

( و لقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مذکر ) ۔ہم نے قرآن مجید کو یاد آوری کے لئے آسان کر دیا ہے آیا کوئی ہے جو اس پر عمل کرے۔ [1]

ہذا کتاب انزلناہ مبارک فاتبعوہ یہ پر برکت کتاب ہے جسے ہم نے آپ نازل کیا ہے لہذا اس کی پیروی کریں لہذا وہ لوگ جو قرآن کی تلاوت اور حفظ پر قناعت کرتے ہیں اور اس کی آیات میں غور و فکر نہیں اور اس کے معنا پر عمل نہیں کرتے ، اگر چہ انہوں نے تین میں سے ایک رکن پر عمل کیا ہے لیکن دو زیادہ اہم رکن سے محروم رہے ہیں اور عظیم خسارہ اٹھایا ہے ۔

---

(1) بدیہی اور واضح ہے اگر تفسیر بہ رای کرنے والا شخص صحیح و سالم ایمان کا مالک ہوتا تو کلام خدا کو اسی معانی و مفاھیم کے ساتھ قبول کرلیتا اور اسے اپنے میل اور ھوا وھوس کے مطابق ڈھالنے کی کوشش نہ کرتا ۔

## 29 ۔ انحرافی بحثیں

ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن میں غورو فکر و تدبر اور ان پر عمل سے لوگوں کو منحرف ہمیشہ نا محسوس سازشوں کا جال بچھایا گیا ہے ، حکام بنی امیہ اور بنی عباس کے دور میں کلام الھی کے حادث یا قدیم ہو نے کی بحث کو ہوا دی گئی اور مسلمانوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا اور ایک دوسرے کے خون کا پیاسا بنا یا گیا اس بحث کے نتیجہ میں مسلمانوں کا کافی خون بہا ، آج سب پر یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ یہ بحث اصلا اپنے صحیح مفہوم کے الحاظ سے کسی نزاع کا باعث نہیں بنتی اس لئے کہ اگر کلام الھی سے مراد حروف و نقوش و کتابت و کاغذ کو لیا جائے تو واضح ہے کہ یہ سب حادث ہیں اور اس سے مراد اسکے وہ معانی ہوں میں ہیں تو بے شک علم خدا اسکی ذات کی طرح قدیم اور ازلی ہے مگر ظالم حاکموں اور خلفاء نے مسلمانوں کو سالہا اس میں مشغول رکھا اور آج بھی کچھ لوگ ہیں جو چاہتے ہینکہ دشمن اور دوست نما دشمن یہ پروپیگنڈے کر رہے ہیں کہ مسلمانوں کو ہر طرح سے قرآن مجید غورو فکر اور اس پر عمل سے روکا جائے ۔

## 30۔ تفسیر قرآن کے اصول و ضوابط

ہمارا عقیدہ ہے کہ الفاظ قرآن کریم کو اس کے عرفی معانی پر حمل کرنا چاہئے مگر یہ کہ آیت کے ظاہر و باطن میں قرینہ عقلی یا نقلی پایا جاتا ہو کسی دوسرے معنا پر دلالت رکھتا ہو (البتہ مشکوک قرائن پر اعتماد سے پرہیز کرنا چاہئے ) اور آیات قرآنی کی اندازہ اور گمان کے تفسیر نہیں کرنی چاہئے ۔

مثلاًاگر قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے (و من كان في هذه اعمى فهو في الآخرة اعمى ) ) جو اس دنیا میں نابینا ہے وہ آکرت میں بھی نابینا اور گمراہ ہو گا ۔ اس بات کا یقین ہے کہ یہاں لفظ اعمی سے مراد ظاہر نابینائی نہیں ہے جو اس کے لغوی معنا ہیں اس لئے کہ بہت سے نیک اور پاک لوگ ایسے بھی ہیں جو ظاہراً نابینا ہیں تو یہا ں پر اس سے مراد باطن کی نابینائی اور گمراہی ہے ۔

یہاں پر قرینہ عقلی کا وجود اس تفسیر کی طرف راہنمائی کرتا ہے اسی طرح سے قرآن مجید میں اسلام دشمن گروہ کے بارے میں ارشاد ہوا ہے :

( صمٌ بكمٌ عميٌ فهم لا يعقلون ) وہ لوگ گونگے بہرے اور اندھے ہیں اسی وجہ سے کچھ نہیں سمجھتے ۔

آشکار اور واضح ہے کہ ظاہری اعتبار سے وہ لوگ گونگے ، بہرے اور اندھے نہیں تھے بلکہ یہ ان کے باطنی اوصاف تھے اس آیۃ کریمہ کی یہ تفسیر ہم نے قرینہ حالیہ کی بنیاد پر کی ہے ۔

قرآن مجید خدا وند عالم کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے بل یداہ بسوطتان اللہ کے دونو ں ہاتھ کشادہ ہیں یا دوسرے مقام پر ارشاد ہوا ہے: ( و اصنع الفلک باعیننا ) (اے نوح) ہماری آنکھوں کے سامنے کشتی بناؤ۔

ہرگز ان آیات کا یہ مطلب نہیں ہے جہ خدا وند عالم آنکھ ،کان، اورہاتھ جیسے اعضاء جسم رکھتا ہے ، اس لئے کہ جسم اجزاء سے تشکیل پاتا ہے اور سے زمان و مکامن جھت کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کا انجام فنا ہو جانا اور مٹ جانا ہے اورخدا وند متعال ان صفات جسمانی اور مادہ سے منزہ و مبرّا ہے ۔ لہذا یداہ (ہاتھو ں) سے مراد اللہ تبارک و تعالی کی قدرت کاملہ ہے جس نے تمام عالمین کو اپنے قبضئہ قدرت میں لے رکھا ہے اور عین (آنکھوں) سے مراد تمام اشیاء اور مخلوقات کے بارے میں علم و آگاہی رکھنا ہے ،۔

ان اسباب کی بناء پر ہم ہرگز مندرج بالا تعبیرات کے سلسلہ میں (چاہے وہ صفات خدا کے باب میں ہوں یا اس کے علاوہ ۔ ہم جمود و رکود اختیار نہیں کرتے اور قرائن عقلی اور نقلی کو نظر انداز نہیں کرتے اس لئے کہ دنیا کے تمام سخن پرور اور سخنوران قرائن پر تکیہ کرتے ہیں اور قرآن مجید نے بھی اس طریقہ اور روش کی تایید کی ہے وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ ہم نے تمام انبیاء کو ان کے قوم کی زبان کے ساتھ مبعوث کیا ہے

## 31 ۔ تفسیر بہ رای کے خطرات

ہمارا عقیدہ ہے کہ تفسیر بہ رای قرآن کے وجود کے لئے سب سے خطرناک چیزہے جسے اسلامی روایات میں گناہ کبیرہ سے تعبیر کیا گیا ہے اور تفسیر بہ رای کرنے والا بارگاہ قرب خداوندی سے مردود ہو جاتا ہے ۔ حدیث میں آیا ہے کہ خداوند نے ارشاد فرمایا کہ ما امن بی من فسّر برایہ کلامی ۔ جس نے میرے سخن کی اپنے میل اور من سے اپنے ھوای نفس کے مطابق تفسیر کی وہ ایسا ہے کہ گویا مجھ پر ایمان ہی نہیں لایا۔

بہت سی معروف مشہور کتابوں میں (جیسے صحیح ترمذی و سنن نسائی و سنن ابی داوود)(یہ حدیث پیغمبر اسلام سے نقل ہوئی ہے آپ نے فرمایا: من قال فی القرآن برایہ او بما لا یعلم فلیتّبوء مقعدہ فی النار ۔ جس نے قرآن مجید کی تفسیر اپنے ھوا و ھوس اور میل کے مطابق کی یا نہ جاننے کے باوجود اس بارے میں اپنی رای کا اظہار کیا ، اس کا مقام اور ٹھکانا جہنم ہے۔

تفسیر بہ رای سے مراد یہ ہے کہ انسان قرآن مجید کو اپنی تمایلات اور شخصی عقیدہ یا گروہی عقیدہ کے مطابق معنا و تفسیر کرے یا ان پر تطبیق کرے حالانکہ اس پر کوئی قرینہ یا شاھد موجود نہ ہو ایسا کرنے والا وقعیت میں قرآن کے حضور میں تابع اور اس کا مطیع نہیں ہے بلکہ وہ قرآن کو اپنا تابع بنانا چاہتا ہے اور اگر وہ قرآن مجید پر کاملاً ایمان رکھتا تو ہر گز ایسا نہیں کرتا ۔ اگر تفسیر بہ رای قرآن

کے بارے میں ہوتی رہی تو بلا شبہ پوری طرح سے اس کا اعتبار ختم ہوجائے گا اور جب ہر شخص اپنی میلان کے مطابق اس کے معنا اور تفسیر کرنے لگے گا تو ہر باطل عقیدہ قرآن کے اوپر تطبیق دیا جانے لگے گا ۔

لہذا تفسیر بہ رای یعنی قوانین و مقررات علم لغت اور ادبیات عرب ، فھم اھل زبان کے خلاف قرآن مجید کی تفسیر اور اسے اپنے باطل گمان اور خیالات و رای اور تمایلات شخصی و گروہی کے مطابق تطبیق دینا ، قرآن مجید میں معنوی تحریف کا سبب ہو جائے گا ۔ تفسیر بہ رای کی کئی شاخیں ہیں ان میں سے ایک آیات قرآن کے ساتھ جدا جدنا برتاؤ کرنا ہے ، اس معنا میں کہ انسان مثلاً شفاعت و توحید و امامت وغیرہ کی بحث میں صرف ان آیات کا انتخاب کرے جو اس کے نظریہ کے موافق ہوں اور ان آیات کو جو اس کے مزاق سے موافقت نہ رکھتی ہوں اور دوسری آیات کی تفسیر کر سکتی ہوں انھیں نظر انداز کرے یا ان کی بحث سے سرسری اور بے توجھی سے گزرجائے ۔

خلاصہ کلام یہ کہ : جس طرح سے الفاظ قران کریم کے بارے میں جمود اختیار کرنا اور معتبر و عقلی و نقلی قرینوں پر توجہ نہ کرنا ایک طرح سے انحراف ہے تفسیر بہ رای بھی اسی طرح کا انحراف شمار کی جائے گی جبکہ دونوں ہی قرآن کی اعلی و مقدس تعلیمات سے دوری کا سبب بنتا ہے یہ نکتہ غور طلب ہے ۔

## 32 ۔ سنّت کا منبع اللہ کی کتاب ہے

ہمارہ عقیدہ ہے کہ کوئی بھی نہیں کہہ سکتا کہ (کفانا کتاب اللہ ) ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے اور احادیث اور سنّت نبوی کہ جو تفسیر و تبیین و حقائق قرآن فہم ناسخ و منسوخ ، خاص و عام قرآن کے بارے میں یا تعلیمات اسلامی سے مربوط ہیں جو اصول و فروع دین سے متعلق ہیں ۔ انھیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ قرآن مجید کی آیات سنّت پیغمبر اور ان کے کلمات و افعال مسلمانوں کے لئے اصلی منبع قرار دئے گئے ہیں ۔ ( وما اتاکم الرسول فخذوہ و ما نھاکم عنہ فانتھوا ) جو کچھ رسول خدا تمہارے لئے لائے (اور تمہیں اس کا حکم دیا اسے لے لو (اور اس پر عمل کرو ) اور جس چیز سے منع کیا ہے اسے چھوڑ دو ۔

( وما کان لمومن ولا مومنة اذا قضی اللہ و رسولہ امراً ان یکون لھم الخیرة من امرھم و من یعص اللہ و رسولہ فقد ضلّ ضلا لا مبیناً ) ۔

کسی بھی مومن مرد و عورت کو یہ حق حاصل نہیں ہے جب اللہ یا نبی کسی اور کو لازم کہین اس کے سامنے اختیار رکھتا ہو (اللہ کے حکم کے سامنے) اور جو بھی خدا و رسول کی نافرمانی کرے وہ کھلم کھلا گمراہی میں گرفتار ہو چکا ہے ۔

جوہ لوگ سنّت نبوی کی پرواہ نہیں کرتے اصل میں وہ قرآن مجید کو نظر انداز کرتے ہیں حالانکہ واضح اور بدیھی ہے کہ سنت پیغمبر کو معتبر طرق سے ثابت ہونا چاہئے اور ہر حدیث کو کوئی بھی آنحضرت کی طرف نسبت دیدے قبول نہیں کرنا چاہیے ۔

حضرت علی علیہ السلام اپنی ایک حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں: و لقد کتاب علی رسول الله حتی قاما خطیباً فقال: من کذب علیّ متعمداً فلیتّبو ء مقعده من النار ۔نبی اسلام کے زمانے میں آپ کی طرف جھٹی نسبتیں دی گئی یہاں تک کہ آپ کھڑے ہوئے اور خطبہ پڑھنے کے بعد فرمایا: جو بھی جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی نسبت دے گا اسے اپنے مقام جہنم کے لئے تیار ہوجانا چاہئے ۔ اسی معنی کی ایک حدیث صحیح بخاری میں بھی نقل ہوئی ہے ۔

## 33۔ سنت آیمہ اھل بیت علیہم السلام

ہمارا عقیدہ ہے کہ احادیث آیمہ علیہم السلام بھی حکم پیغمبر کی طرح واجب الاطاعت ہیں اس لئے کہ اولاً: معروف و مشہور و متواتر حدیث جو اکثر شیعہ و سنی کتابوں میں نقل ہوئی ہیں ان میں اس معنا کی تصریح ہوئی ہے، صحیح ترمذی میں نقل ہوا ہے کہ پیغمبر اسلام نے فرمایا:

یا ایھا الناس انی قد ترکت فیکم ما ان اخذ تم به لن تضلوا کتاب الله وعتری اھل بیتی ۔ اے لوگوں میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں اگر ان سے متمسک رہے تو ہر گز گمراہ نہیں ہو گے ایک اللہ کی کتاب دوسرے میرے اھل بیت ۔[1]

ثانیاً ۔ ائمہ اھل بیت اپنی تمام حدیثوں کو نبی اکرم سے نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جو ہم کہتے ہیں وہ ہمارے باپ دادا سے ہم تک پہونچی ہے ۔

یقینانبی اسلام مسلمانوں کی آیندہ کی مشکلوں کو سیکھ رہے تھے لہذا آپ نے مشکلوں کے لئے حل بتا دیا دنیا کے ختم ہونے تک آنے والی مشکلات کا حل قرآن و اھل بیت کے دامن سے تمسک اختیار کرنے میں ہے ۔

کیا ممکن ہئے کہ ہم اس حدیث کو جو اس قدر اہمیت کی حامل ہےھاور اتنے قوی محتوی اور سند کی مالک ہ ے اسے نظر انداز کیا جائے اور سرسری طور پر اسے پڑھ کر گزر جائیں ۔ اسی دلیل کی بنیاد پر ہمارا عقہدہ ہے کہ اگر اس مسئلہ کے بارے میں توجہ دی گئی ہوتی تو آج مسمانوں کی بعض مشکلیں جو عقاید و فقھی مسائل سے متعلق ہین نہ ہوتی ۔

---

(1) صحیح ترمذی جلد 5، ص 662، باب مناقب اہل بیت النبی حدیظ 3781 اس ہدیث کی متعدد سندوں کا ذکر امامت کی بحث میں آئے گا ۔

## چوتھا حصہ قیامت اور موت کے بعد کی زندگی

### 34۔ قیامت کے بغیر زندگی بے معنا ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ موت کے بعد ایک معین دن میں سارے انسان زندہ کیے جائیں گے اور ان کے اعمال کا محاسبہ کیا جائے گا۔ نیک اور صالح عمل والے جنت الفردوس اور برے اور گناہ گار افراد دوزخ بھیجے جائیں گے۔

( الله لا اله الاهو ليجمعنكم الى يوم القيامة لا ريب فيه ) ۔

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، بے شک قیامت کے دن، جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے، وہ تم سب کو جمع کرے گا۔

(سورہ نساء آیہ 87)

( فاما من طغى و اثر الحيوة الدنيا فان الجحيم هى الماوى، و اما من خاف مقام ربه و نهى النفس عن الهوى، فان الجنة هى الماوى ) ۔

ترجمہ: لیکن جن لوگوں نے سرکسی کی اور دنیا کی زندگی کو مقدم رکھا، بے شک ان کا ٹھکانہ جھنم ہے اور جو لوگ مقام عدالت پروردگار سے ڈرتے ہیں اور اپنے نفس کو ھوی و ھوس سے بچاتے ہیں، یقینا جنت ان کا مقام ہیں۔

(سورہ نازعات آیہ 37 سے 41)

ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ دنیا ایک پل کی طرح ہے جس پر سے تمام انسانوں کو گزرنا ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والی دنیا کی طرف جانا ہے یا دوسرے لفظوں میں ، دنیا ایک ایسی گزرگاہ،یونیورسٹی ، بازار، تجارت یا کھیتی ہے، جس کو ذریعہ بنا کر انسان اپنے اصلی ھدف تک پہنچتا ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام دنیا کے بارے میں فرماتے ہیں:

ان الدنيا دار صدق لمن صدقها و دارغناء لمن تذور منها ، و دار موعظة لمن اتعظ بها، مسجد احباء الله و مصلى ملائكة الله و مهبط وحى الله و متجر اولياء الله۔

ترجمہ: بے شک دنیا صدق وصداقت کا گھر ہے اس کے لیے جو اس کے ساتھ سچا ہو، بے نیازی کا گھر ہے اس کے لیے جو اس سے زاد راہ ذخیرہ کرے، آگاھی و بےداری کا گھر ہے اس کے لیے جو اس سے نصیحت لے، دنیا محبان خدا کے لیے سجدہ کرنے ، نماز پڑھنے اور وحی نازل ہونے کی جگہ اور دوستان خدا کے لیے تجارت گاہ ہے۔

(نہج البلاغہ، کلمات قصار نمبر131)

## 35۔ قیامت کے دلائل واضح اور روشن ہیں۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ قیامت کی دلیلیں اور نشانیاں نہایت واضح ہیں۔ اس لیے کہ ایک تو اس دنیاوی زندگی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خلقت کا اصلی اور بنیادی مقصد نہیں ہو سکتی، کہ جس میں انسان چند روز کے لیے آئے اور ڈھیروں مشکلات کے ساتھ زندگی گزارے اور آخر میں سب کچھ ختم ہو جائے اور دنیا فنا ہو جائے۔ ( افحسبتم انما خلقناکم عبثا و انکم الینا لا ترجعون ) ۔ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ تمہیں بیکار پیدا کیا گیا ہے اور تم ہماری طرف پلٹ کر نہیں آو گے۔

(سورہ مومنون آیہ 115)

آیہ کریمہ میں اس بات کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے کہ اگر قیامت کا وجود نہ ہوتا تو یہ دنیا بیہودہ و بیکار ہوتی۔

دوسرے یہ کہ: عدل الٰہی کا تقاضا ہے کہ اچھے اور برے افراد جو اس دنیا میں ایک یہ صف میں ہیں بلکہ برے لوگ آگے ہیں، ایک دوسرے سے جدا ہوں اور سب کو ان کے اچھے یا برے اعمال کی جزا و سزا ملے۔ ( ام حسب الذین اجترحوا السیئات ان نجعلھم کالذین آمنوا و عملوا الصالحات سواء محیاھم و مماتھم ساء ما یحکمون ) ۔

ترجمہ: یعنی جو لوگ گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں، کیا وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں کی طرح قرار دیں گے جو ایمان لائیں ہیں اور عمل صالح انجام دیتے ہیں؟ اور ان کی زندگی اور موت ایک جیسی یوگی؟ وہ کتنا برا فیصلہ کرتے ہیں۔

(سورہ جاثیہ 21)

3۔ خدا کی بے پناہ رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے فیض اور نعمت کا سلسلہ انسان کی موت سے ختم نہ ہو، بلکہ با صلاحیت اور اہل افراد کے تکامل کا سلسلہ آگے بڑھتا رہے۔ (کتب علی نفسه الرحمة یجمعنکم الی یوم القیامةلا ریب فیه )یعنی خدا نے اپنے اوپر رحمت کو فرض کیا ہے وہ تم سب کو ضرور بالضرور قیامت کے دن جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں ہے۔

(سورہ انعام آیہ 12)

جو لوگ قیامت کے سلسلہ میں شک و تردید کے شکار تھے، قرآن ان سے کہتا ہے: یہ کیسے ممکن ہے کہ مردوں کو زندہ کرنے کے سلسلہ میں تم خدا کی قدرت میں شک کرو، حالانکہ تمہیں پہلی مرتبہ بھی اس نے ہی پیدا کیا ہے۔ جس نے تمہیں پہلی بار مٹی سے پیدا کیا ہے وہی تمہیں ایک بار پھر دوسری زندگی کی طرف پلٹائے گا۔ (افعیینا بالخلق الاول بل ھم فی لبس من خلق جدید )یعنی کیا پہلی خلقت سے تھک گیے(جو قیامت کی خلقت پر قادر نہ ہوں؟ لیکن وہ (ان واضح دلائل کے باوجود نئی خلقت کے متعلق شک کرتے ہیں۔

(سورہ ق آیہ 15)

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے: (وضرب لنا مثلا و نسی خلقه قال من يحيى العظام و هی رميم) (قل يحيى الذی انشاء ها اول مرة و هو بكل خلق عليم )

یعنی اس نے ہمارے لیے ایک مثال پیش کی ، لیکن اپنی خلقت کو بھلا بیٹھا اور کہا کون ان پوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کرے گا؟ کہو کہ جس نے اسے پہلی بار پیدا کیا ہے وہ انہیں دوبارہ زندہ کرے گا اور وہ ہر مخلوق کے بارے میں علم رکھتا ہے۔

(سورہ یاسین آیہ 78، 79)

علاوہ از ایں کیا زمین و آسمان کی خلقت کے مقابلہ میں انسان کی خلقت کوئی بڑی بات ہے؟ جو ہستی یہ قدرت رکھتی ہے کہ اس قدر وسیع اور حیرت انگیز کائنات کو پیدا کرے وہ یہ طاقت بھی رکھتی ہے کہ موت کے بعد مردوں کو زندہ کر دے۔ (اولم يرو ان الله الذی خلق السماوات والارض و لم يعيا بخلقهن بقادر على ان يحيى الموتى بلى انه على كل شی قدير )یعنی کیا وہ نہیں جانتے کہ جس خدا نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے اور جو ان کی خلقت سے عاجز نہیں ہوا، وہ اس بات پر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کرے ؟ ہاں وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(سورہ احقاف 33)

## 36۔ معاد جسمانی

ہمارا عقیدہ ہے کہ نہ صرف انسان کی روح بلکہ جسم اور روح دونوں ہی دوسری دنیا میں جائیں گے اور ایک نئی زندگی شروع ہوگی۔ کیونکہ اس دنیا میں جو کچھ انجام پایا تھا وہ اسی روح اور جسم کے ذریعہ انجام پایا تھا، لہذا سزا اور جزا بھی دونوں کو ملنی چاہیے۔

قرآن مجید میں قیامت سے متعلق اکثر آیات میں ---معاد جسمانی کی بات کی گئی ہے اور مخالفین کے تعجب کا کہ پوسیدہ ہڈیاں کیسے نئی زندگی حاصل کریں گے، قرآن نے یہ جواب دیا ہے: (قل يحيى الذی انشاء ها اول مرة ) یعنی جس نے انسان کو پہلی بار خاک سے پیدا کیا ہے وہ اس طرح کے کام پر قادر ہے۔

(سورہ یاسین آیہ 79)

(ا يحسب الانسان ان لن نجمع عظامه ) (بل قادرين على ان نسوى بنانه )یعنی کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی (پوسیدہ) ہڈیوں کو جمع (اور زندہ) نہیں کر پائیں گے؟ ہاں ہم قدرت رکھتے ہیں۔ اس کی (انگلیوں کے) پوروں کو بھی درست کر دیں۔(اور پہلی حالت میں پلٹا دیں۔)

(سورہ قیامت آیہ 4،3)

یہ آیات اور اس طرح کی دورسری آیات معاد جسمانی کو صریحا بیان کرتی ہیں۔
وہ آیات جو یہ کہتی ہیں کہ تمہیں تمہاری قبروں سے اٹھایا جائے گا، وہ بھی واضح طور پر جسمانی معادپر دلالت کر رہی ہیں۔
(سورہ یونس 51 و 52 آیت، سورہ قمر آیہ 67 ، سورہ معارج آیہ 42)
قرآن میں قیامت سے متعلق اکثر آیات روحانی معاد اور جسمانی معاددونوں کو بیان کرتی ہیں۔

## 37۔ موت اور بعد کی عجیب دنیا

ہمارہ عقیدہ ہے کہ موت کے بعد قیامت اور پھر بہشت و دوزخ کے سلسلہ میں جو کچھ رونما ہوگا اس کی عظمت کا ہم اس محدود دنیا میں اندازہ نہیں لگا سکتے ارشاد ربانی ہے -:(فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرة آعین )یعنی کہ کوئی نہیں جانتا --، ان (نیک لوگوں ) کے لئے کیسی نعمتیں رکھی گئی ہیں جو انکی آنکھوں کے لئے ٹھنڈک کی باعٔث ہیں ۔(سورئہ سجدہ آیت 71)نبی اکرم کی اک بہت ہی مشہور حدیث میں منقول ہے( اللہ یقول اعددت لعباد ی ا لصالحین ما لا عین رات ولا عذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر )یعنی خدا نے فرمیا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں ے لئے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہے کہ جنہیں کسی آنکھ نے نہیں دیکھا کسی کان نے نہیں سنا اور کسی انسان کے دل میں انکا خیال تک نہیں آیا ہے۔
(معروف محدثین مثلا بخاری اور مسلم اور مشھور مفسرین مثلا طبرسی،آلوسی اور قرطبی نے ےہ حدیث اپنی کتابوں مین نقل کی ہے۔)
حقیقت میں ہم اس دنیا میں اس جنین کی مانند ہیںجو شکم مادر کی محدود دنیا میں رہ رہا ہو۔ اگر فرضا جنین عقل اور حوش بھی رکھتا تو وہ ان حقائق کا ادراک نہیں کر سکتا جو رحم مادر کے باہر کی دنیا میں موجود ہے مثلا درخشان سورج اورچاند ،باد سحری کے چلنے پھولوں کے منظر اور سمندر کی لہروں کی آواز کو ہر گزدرک نہیں کرتا ۔ قیامت کے مقابلہ میں دنیا کی مثال ایسی ہی ہے جیسی دنیا کے مقابلہ میں جنین کی ۔ (اس نکتہ پر غور فرمائے ے)

## 38۔ قیامت اور نامئہ اعمال

ہمارہ عقیدہ ےہ ہے کہ :وہ اعمال نامے جو ہمارے اعمال کی نشاندہی کر رہے ہوں گے۔ اس دن ہمارے ہاتھ میں دئے ے جائیں گے۔ نیک لوگوں کا نامئہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں جب کہ برے لوگوں کا نامئہ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جا ئے گا۔نیک اورمومن لوگ اپنا نامئہ اعمال دیکھ کر خوش ہونگے جبکہ برے لوگ اپنا نامئہ اعمال دیکھ کر بہت غمگین اورپریشان ہونگے۔قرآن نے بھی ےہ بیان فرمیا ہے :(فاما من اوتی کتابہ بیمینہ فیقول ھآ ام اقرؤاکتابیہ ) (انی ظننت انی ملاق

حسابیه ) (فھوفی ) ( عیشةراضیة )۔۔۔۔۔۔(و اما من اوتی کتابه بشماله فیقول یآلیتنی لم اوت کتابیه )یعنی وہ شخص جس کا نامئہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جا ے گا (وہ خوشی سے ) پکارے گا کہ( اے اہل محشر)میرا نامئہ اعمال پکڑ کر پڑھو۔مجھے ےقین تھا کہا میں اپنے اعمال کا نتیجہ پاؤنگا۔وہ ایک پسندیدہ زندگی گزارے گا۔ لیکن جس شخص کا نامئہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گاوہ کہے گا کہ اے کاش میرا نامئہ اعمال مجھے نہ دیا جاتا۔ (سورئہ الحاقہ،آیت19 تا 23)

البتہ ےہ بات واضح نہیں ہے کہ نامئہ اعمال کیا ہے اور کس طرح لکھا جاتا ہے،مگر اس کے اندر لکھی ہوئی باتوں کو کوئی شخص نہیں جھٹلا سکے گا۔چنانچہ پہلے بھی اشارہ کیا جا چکا ہے کہ معاد اور قیامت کی کچھ ایسی خصوصیات اور جزئیات ہیںجن کا ادراک دنیا کے لوگوں کے لئے مشکل یا نا ممکن ہے۔ البتہ قیامت کے بارے میں جو موٹی موٹی باتیں سب کو معلوم ہے اور ےہ ناقابل انکار ہیں۔

## 39۔ قیامت کے گواہ

ہمارا عقیدہ ہے کہ:قیامت کے دن علاوہ اس کے کہ اللہ خود ہمارے اعمال پر شاھد اور گواہ ہے، کچھ دوسرے گواہ بھی ہمارے اعمال پر گواہی دیں گے ۔ہمارے ہاتھ اور پاؤں ےہاں تک کہ ہمارے بدن کی جلد اور وہ زمین جس پر ہم رہ رہے ہیں ، اس کے علاوہ دوسری تمام چیزیں ہمارے اعمال کی گواہ اور شاہد ہیں ۔

(الیوم نختم علی افواھھم وتکلمنا ایدیھم وتشھد ارجلھم بماکانوایکسبون ) )یعنی ہم آج (قیامت کے دن)ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور انکے ہاتھ ہمارے ساتھ گفتگو کرینگے اور ان کے پاؤں ان کے کاموں کی گواہی دینگے ۔

(سورئہ یس ،آیت 65)

(و قالو ا لجلودھم لم شھدتم علینا قالوا انطقنااللہ الزی انطق کل شئی )یعنی وہ اپنے بدن کے چمڑے سے کہیں گے تم نے ہمارے خلاف کےوں گواہی دی؟وہ جواب میں کہیں گے :جس خدا نے ہر چیز کو گویائی عطا کی ہے اس نے ہمےں گویائی عطا کی ۔(اور تمہارے اعمال سےپردہ ہٹانے کی ذمہ داری ہمیں سونپی ہے)۔

(سورئہ حم سجدہ ،آیت 21)

(ویومئذ تحدث اخبارھا ) (بان ربک اوحی لھا ) )یعنی اس دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی کےونکہ تیرے رب نے اس پر وحی کی ہے(کہ ےہ ذمہ داری انجام دے)۔

(سورئہ زلزال ،آیت 4 اور5)

## 40۔ پل صراط اور میزان اعمال

ہم قیامت کے دن پل صراط اور میزان کی موجودگی پر ایمان رکھتے ہیں۔

صراط وہی پل ہے جو جنہم کے اوپر سے گزرتا ہے اور سب کو اس سے گزرنا ہوگا۔ ہاں جنت کا راستہ جہنم کے اوپر سے گزرتا ہے۔

(وان منکم الا واردھاکان علی ربک حتما مقضیا ) (لم ننجی الزین اتقواوتذرالظالمین فیھا جثیا )یعنی تم سب کے سب جہنم میں وارد ہونگے ۔یےہ تمہارے پروردگار کا یقینی اور حتمی امر ہے۔اس کے بعد متقی لوگوں کو ہم اس سے نجات دیں گے اور ظالموں کو اسکے اندر زانو کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔

(سورۂ مریم، آیات 71اور 72)

اس خطرناک اور مشکل راستہ سے گزرنا ہمارے اعمال سے وابستہ ہے۔چنانچہ ایک مشہور حدیث ہے:"منھم من یمر مثل عدوالفرس،ومنھم من یمر حبوا،و منھم من یمر مشیا،ومنھم من یمرمتعلقا، و قد تاخز النار منه شئیاوتترک شیئا---"یعنی کچھ لوگ بجلی کی طرح اس سے گزر جائیں گے، کچھ ذمہ داری گھوڑے کی سی تیزی کے ساتھ ، بعض ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل، کچھ پیدل چلنے والوں کی طرح، اور بعض اس سے لٹک کر چلینگے۔ کبھی جہنم کی آگ ان سے کچھ چیزیں لے لے گیاور کچھ چیزیں چھوڑ دے گی۔ (یےہ حدیث معمولی سے فرق کے ساتھ فریقین کی کتابوں میں آئی ہے مثلا کنزالعمال حدیث36۔39 اور قرطبی جلد 6 صفحہ 4175(سورۂ مریم کی آیت 71 کے ذیل میں )، نیز شیخ صدوق نے اپنی آمالی میں حضرت امام جعفر صادق (ع) سے روایےت کی ہے۔ صحیح بخاری میں بھی "الصراط جسر جھنم "کے عنوان سے ایک باب موجود ہے ۔(دیکھئے صحیح بخاری جلد 8 صفحہ146)

" میزان " جیسا کہ اس کے نام سے واضح ہے انسانوں کے اعمال جانچنے کا ایک ذریعہ ہے۔ ہاں اس دن ہمارے تمام اعمال کا حساب لیا جائے گا اور ہر عمل کے وزن اور قدر و قیمت کا علم ہو جائے گا۔

"وتضعالموازین القسط لیوم القیٰمۃ فلا تظلم نفس شیئا وان کان مثقال حبۃ من خردل اتینا بھا وکفٰینا حاسبین)یعنی ہم قیامت کے دن عدل کے ترازو نصب کرینگے پھر کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں ہوگا۔ اگرچہکسی کا عمل (اچھے اور برے اعمال)رائی کے دانہ کے برابر ہی کےوں نہ ہو ، ہم اسے حاضر کریں گے۔ اور ہم حساب کرنے کے واسطہ بہت کافی ہیں ۔

(سورۂ انبیاء آیت 47)

(فاما من ثقلت موازینه ) )(فهوفی عیشه راضیة ) (واما من خفت موازینه ) (فامه حاویة )یعنی البتہ وہ شخص جس کے اعمال کا پلڑا بھاری ہوگا وہ ایک خوشحال زندگی گزارے گا اور جس کے اعمال کا پلڑاہلکا ہوگا اس کا ٹھکانا جہنم ہے ۔

(سورۂ قارعہ، آیات 6تا9)

ہاں۔ہمارا عقیدہ ہے کہ اس دنیا میں انسان کی نجات اور کامیابی کا دارومدار اس کے اعمال پر ہے نہ اس کی آرزوں اور تصورات پر۔ایک کو اسکے اعمال کا صلہ ملے گا ۔نیکی اور تقویٰ کے بغیر کوئی کامیاب نہیں ہوگا۔(کل نفس بما کسبت رھینة)یعنی ہرکوئی اپنے اعمال کے بدلے گروی ہے۔

(سورۂ مدثر، آیت 38)

پل صراط اور میزان کے بارے میں یہ ایک مختصر سی وضاحت تھی ،اگرچہ ان کی تفصیلات کا ہمیں علم نہیں ہے ۔ جیسا کہ پہلے بھی ہم ذکر کر چکے ہیں کہ آخرت کی دنیا اس دنیا سے بہت بڑی ہے جس میں ہم رہ رہے ہیں ۔ لہذا اس عالم کی تمام باتوں کا ادراک ہم مادی دنیا کے قیدی انسانوں کے لئے مشکل یا ناممکن ہے۔

## 41۔ قیامت کے دن شفاعت

ہمارا عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن انبیاء ، ائمہ معصومین علیہم السلام اور اولیاء اللہ خدا کے اذن سے بعض گناہ گاروں کی شفاعت فرمائیں گے اور خدا کی بخشش انہیں نصیب ہو جائے گی۔ یہ بات یاد رہے کہ یہ اجازت فقط ان لوگوں کے لیے ہوگی جنہوں نے اللہ اور اولیاء اللہ سے اپنا رابطہ قائم رکھا ہوگا۔ لہذا شفاعت مشروط ہے۔یہ بھی ہماری نیتوں اور اعمال سے ایک طرح کا تعلق رکھتی ہے ۔ ارشاد ہوتا ہے (ولا یشفعون الا لمن ارتضیٰ) یعنی وہ صرف اسی کی شفاعت کریں گے جسکی شفاعت پر خدا راضی ہوگا ۔ (سورۂ انبیاء آیت 28)

جس طرح پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے "شفاعت "انسانوں کی تربیت کا ایک ذریعہ اور گناہوں میں غوطہ زن ہونے سے روکنے کا ایک ذریعہ ہے گویا یہ انسان سے کہتا ہے کہ اگر تم سے کوئی گناہ ہو بھی گیا ہے تو یہیں سے لوٹ جاؤ اور اس سے زیادہ گناہ مت کرو۔

یقینی طور پر شفاعت عظمیٰ کا مقام پیغمبر اسلام ﷺ کو حاصل ہے ۔ ان کیا بعد باقی انبیاء اور ائمہ معصومین (ع) یہاں تک کہ شہداء ، علماء صاحب معرفت اور کامل مومنین ،نیز قرآن اور نیک مومنین بھی بعز افراد کی شفاعت کریں گے۔

حضرت امام جعفر صادق (ع) سے مروی ایک حدیث میں مزکور ہے " ما من احد من الاولین والاخرین الا وھو یحتاج الی شفات مُحَمَّد ﷺ یوم القیامة" 'یعنی اولین اور آخرین میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو قیامت کے دن حضرت محمد ﷺ کی شفاعت کا محتاج نہ ہو۔(بحار الانوار، جلد 8 صفحہ 42)

کنزالعمال میں نبی اکرم ﷺ کی ایک حدیث ےوں کہتی ہے کہ "الشفعاء خمسة: القرآن والمرحم والامانة ونبیکم و اھل بیت نبیکم" یعنی روز قیامت شفاعت کرنے والے پانچ ہوں گے۔ قرآن، صلئہ رحم، امانت، تمہارے نبی ﷺ اور تمہارے نبی کے اھل بیت۔ (کنزالعمال، حدیث 29041جلد 14 صفحہ 290)

حضرت امام جعفر صادق (ع) سے مروی ایک اور حدیث کچھ ےوں ہے: "اذا کان یوم القیامة بعث الله العالم والعابد ،فاذا وقف بین یدی الله عز وجل قیل للعابد انطلق الیٰ الجنة و قیل للعالم قف تشفع الناس بحسن تادیبک لھم" یعنی جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ عالما ور عابد کو اٹھائے گا۔جب دونو ں خالق کی بارگاہ میں کھڑے ہونگے تو عابد سے کہا جائے گا، کھڑے رہو اور لوگوں کی جو اچھی تربیت تم نے کی تھی اس کی بنا پر اسکی شفاعت کرو۔(بحار الانوار، جلد8 صفحہ 56 حدیث22)

ےہ حدیث شفاعت کے فلسفہ کی طرف بھی لطیف اشارہ کر رہی ہے۔

## 42 ۔ عالم برزخ

ہمارا عقیدہ ہے کہ: اس دنیا اور آخرت کے درمیان ایک تیسری دنیا بھی موجود ہے جس کا نام " عالم برزخ " ہے۔ موت کے بعد اور قیامت تک تمام انسانونکی روحیں اس میں ٹھہرینگی ۔

(ومن ورآ ئھم برزخ الیٰ یوم یبعثون ) "یعنی اور ا نکےپیچھے (موت کے بعد) قیامت تک ایک جرزخ ہے۔ (سورئہ مومنون، آیت 100)

البتہ ہم عالم برزخ کی جزئیات سے بھی زیادہ اگاہی نہیں رکھتے اور نہ ہی ایسا ممکن ہے ۔ہم بس اتنا ہی جانتے ہیں کہ نیک اور صالح لوگوں کی روحیں جو بلند درجات کی حامل ہے۔ (جیسے شھداء کی روحیں) عالم برزخ میں بہت سی نعمتوں سے بہرہ مند رہتی ہیں۔

(ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون ) یعنی ایسا ہرگز مت سوچو کہ جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے ہیں وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے اللہ کے ہاں رزق پاتے ہیں ۔ (سورئہ آل عمران، آیت 169)

نیز ظالموں، متکبروں اور انکے حامےوں کی روحیں عالم برزخ میں عزاب پائینگی ۔ جس کہ قرآن نے فرعون اور آل فرعون کے بارے میں کہا ہے:(النار یعرضون علیها غدوا و عشیویوم تقوم الساعةادخلوا آل فرعون اشد العذاب )یعنی (برزخ میں )ان کا عذاب (جہنم کی)

آگ ہے۔ انہیں صبح وشام اسکے آگے کیا جائے گا ۔ اور جب قیامت برپا ہوگی (تو ارشاد ہوگا) کہ آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں بتلا کردو۔ (سورئہ مومن، آیت46)

لیکن تیسرا گروہ جن کے گناہ تھوڑے ہیں وہ نہ اس گروہ کے ساتھ ہیں اور نہ اس گمروہ کے ساتھ ۔ وہ عذاب اور سزا اس ے بچے رہیں گے۔ گویا وہ عالم برزخ میں نیند جیسی حالت میں ہینگے اور قیامت کے دن بیدار ہوں گے۔

(ویوم تقو م الساعةیقسم المجرمون ما لبثوا غیرساعة ) (وقال الذین اوتوالعلم والایمان لقدلبثتم فی کتاب الله الیٰ یوم البعث فهٰذا یوم البعث ولکنکم کنتم لایعلمون ) )یعنی اور جس دن قیامت آئے گی تو گنہگار قسم کھائینگے کہ وہ عالم برزخ میں ایک گھڑی ہی ٹہرے ہیں ۔ لیکن وہ لوگ جنہیں علم اور ایمان دیا گیا ہے۔(وہ مجرموں کو مخاطب کرکے کہیں گے )تم خدا کے حکم سے قیامت کے دن تک (برزخ کی دنیا میں ) ٹھہرے ہوئے تھے ۔ اب قیامت کا دن ہے لیکن تم نہیں جانتے تھے۔ (سورئہ روم ،آیات 55 اور56)

احادیث میں بھی ذکر ہوا ہے کہ رسول الله ﷺ نے فرمیا ہے کہ "القبر روضة من ریاض الجنة او حفرة من حفرالنیران "یعنی قبر یا تو جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔(دیکھئے صحیح ترمذی، جلد4، کتاب صحیفةالقیامة، باب 26 ، حدیث 2460۔ شیعہ مآخذمیں ےہ حدیث کہیں امیرالمومنین(ع) سے اور کہیں امام علی ابن الحسین (ع) سے رواےت کی گئی ہے۔

## 43۔مادی اور معنوی صلے

ہمارا عقیدہ ہے کہ :قیامت کے دن ملنے والا صلہ مادی پہلو بھی رکھتا ہے اور معنوی بھی،کیونکہ معاد،روحانی ہونے کے ساتھ ساتھ جسمانی بھی ہوگی۔

قرآن کریم اوراحادیث میں بہشت کے باغات کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس کے درختوں کے نیچے نہرے جاری ہوں گی۔ (جنات تجری من تحتھاالانھار )(سورئہ توبہ ، آیت 89)اور ےہ کہ جنت کے باغات کے پھل اور سائے ابدی ہوں گے (اکلھا دائم وظلھا )(سورئہ رعد،آیت 35)اور مومن لوگوں کے لئے بہشت میں بیویاں موجود ہونگی (ازواج مطھرة )(سورئہ آل عمران آیت 15)یاد رہے ےہ اور اسی طرح جہنم کی جلانے والی آگ اور اسکی دردناک سزاؤں کا جو تذکرہ آیا ہے وہ سب عالم آخرت کی جسمانی سزا اور جزا سے مربوط ہے۔

لیکن ان سے بڑھکر معنوی نعمتیں، معرفت الٰہی کے انوار، پروردگار کا روحانی قرب اور اسکے جمال کے جلوے ہیں۔ےہ وہ لذتیں ہیں جو زبان اور بیان کے ذریعہ قابل وصف نہیں ہیں ۔

قرآن کی بعض آیات میں جنت کی بعض مادی نعمتوں،سرسبز وشاداب باغات ، اور پاکیزہ گھروں کے تذکرے کے بعد ارشاد ہوا ہے (ورضوان من اللہ اکبر )یعنی خدا کی خشنودی اور رضا سب سے بڑھ کر ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے :(ذالک ھو فوز العظیم)یعنی ےہی تو عظیم کامیابی ہے ۔(سورئہ توبہ آیت 72)

جی ہاں ، اس سے بڑھ کر لذت بخش بات اور کونسی ہوگی کہ انسان ےہ محسوس کرے کہ اس کے عظیم اورپیارے معبود نے اسے اپنی بارگاہ میں شرف قبولےت بخشا ہے اور اسے اپنی خشنودی کے سائے میں جگہ دی ہے ؟

امام علی ابن الحسین (ع) سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ "یقول (اللہ)تبارک وتعالیٰ رضای عنکم و محبتی لکم خیر و اعظم مما انتم فیہ" یعنی خدا وند متعال ان سے کہے گا کہ تم سے میری خوشنودی اور تم سے میری محبت ان نعمتوں سے بہتر اور برتر ہیں جو تمہیں حاصل ہیں ۔وہ سب ےہ بات سنیں گے اور اس بات کی تصدیق کرینگے۔ (تفسیر عیاشی ، سورئہ توبہ کی آیت 72کع ذیل میں ،بحروالےت المیزان جلد:91) سچ مچ اس سے بڑھکر اور کونسی نعمت ہو سکتی ہے کہ انسان سے ےہ کہا جائے ۔ (یا ایتھاالنفس المطمئنة ) (ارجعی الیٰ ربک راضیةمرضیہ) (فادخلی فی عبادی ) (وادخلی جنتی )یعنی اے نفس مطمئنة اپنے رب کی طرف لوٹ جا اس حالت میں کہ تو اس سے راضی ہو اور وہ تجھ سے ،پس میرے بندوں کی صف میں شامل ہوجا اور میری جنت میں داخل ہوجا ۔(سورئہ فجر ، آیات 27 تا 30)

## پانچواں باب مسئلہء امامت

### 44۔ امام کا وجود ہمیشہ ضروری ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ جس طرح سے خداوند عالم کی حکمت کا تقاضا ہے کہ وہ انسانوں کی ھدایت کے لیے انبیاء و رسل کوبھیجے، اسی طرح سے اس کی حکمت کا تقاضا ہے کہ ہر عصر اور زمانہ میں انبیاء کے بعد امام اورھادی کو بھیجے ، جو انبیاء کی شریعتوں اور اللہ کے دین کو تحریف و تغییر سے بچائیں، لوگوں کو عصری تقاضوں سے باخبر کریں اور خدا کے احکام اور شریعت پر عمل کی دعوت دیں۔ اس لیے کہ اگر ایسا نہ ہوتو انسان کی سعادت اور کامیابی ،جو انبیاء کے آنے کا مقصد ہے ، متحقق نہیں ہو سکے گا اور انسان راہ ھدایت سے دور ، انبیاء کی تبلیغ ضایع اور لوگ سرگردان رہ جائیں گے۔

مذکورہ بالا دلائل کے پیش نظرہمارا عقیدہ ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد کوئی بھی عھدیا زمانہ امام کے وجود سے خالی نہیں رہا ہے ( : یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین ) ۔ ترجمہ۔ اے ایمان والو، تقوی الٰہی اختیار کرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

یہ آیہء کریمہ کسی خاص زمانہ تک کے لیے محدود نہیں ہے اور اس میں بغیر کسی قید و شرط کے صادقین کے ساتھ ہونے کا بیان، اس بات کی دلیل ہے کہ ہر عصر میں امام معصوم موجود ہوتا ہے جس کی پیروی کی جانی چاہیے، جیسا کہ بہت سے شیعہ سنی مفسرین نے اپنی تفاسیر میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

### 45۔ امامت کیا ہے؟

ہمارا عقیدہ ہے کہ امامت فقط ظاہری حکومت کا عہدہ نہیں ہے بلکہ ایک نہایت بلندروحانی اور معنوی منصب ہے۔ امام، اسلامی حکومت کی قیادت کے ساتھ ساتھ دین و دنیا کے معاملہ میں ہمہ گیر حکومت کا بھی ذمہدار ہے۔ امام، لوگوں کی روحانی و فکری راہنمائی کرتا ار پیغمبر اسلام (ص) کی شریعے کو جملہ تحریفات اور تغیّر اور تبدل سے محفوظ رکھتا ہے۔ امام، ان اہداف کو پایہ تکمیل تک پہنچاتا ہے جن کے لئے پیغمبر اسلام (ص) مبعوث ہوئے تھے۔

یہ وہی عظیم منصب ہے جو خدا نے ابراہیم (ع) خلیل اللہ کو نبوت اور رسالت کا راستہ طے کرنے اور متعدد امتحانات میں کامیابی کے بعد عطا کیا ۔ انہوںنے بھی خدا کے حضور اپنی ذریّت اور اولاد میں سے بعض کے لئے اس عظیم منصب کی درخواست کی اور انہیں یہ جواب ملا کہ ظالم اور گناہ گار لوگ ہر گز اس رتبے پر فائز نہیں ہو سکیں گے۔

(واذابتلٰی ابراهیم ربه بکلمات فاتمهنّ قال انّی جاعلک للنّاس اماما قال ومن ذرّیتی قال لا ینال عهدی الظّالمین ) )یعنی اس وقت کو یاد کرو کہ جب خدا نے ابراھیم (ع) کو مختلف چیزوں سے آزمایا اور وہ خدا کی آزمائش سے سرخ رو ہو کر نکلا ۔خدا نے فرمایا میں نے تجھے لوگوں کا امام بنایا ہے۔ ابراھیم (ع) نے عرض کی، میری نسل میں سے بھی امام بنائیے۔ خدا نے فرمایا میرا یہ عھدہ(امامت)ہرگز ظالموں کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ (اور تیری نسل سے فقط معصوم لوگوں کو حاصل ہوگا)۔ (سورۂ بقرہ، آیت 124)

واضح رہے کہ اتنا عظیم منصب صرف ظاہری حکومت سے عبارت نہیں ہو سکتا۔ اگر امامت کا جلوہ وہ نہ ہو جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے تو مزکورہ بالا روایت کا کوئی واضح مفہوم نہیں رہے گا۔

ہمارہ عقیدہ ہے کہ: تمام اولوالعزم انبیاء کو امامت کا مرتبہ حاصل تھا ۔جو کچھ انہوں نے اپنی رسالت کے ذریعہ پیش کیا اس پر خود عمل کیا۔ وہ لوگوں کے معنوی، مادی، ظاہری اور باطنی قائد تھے ۔خاص کر پیغمبر اسلام (ص) کو اپنی نبوت کے آگاز سے ہی امامت اور رہبری کے عظیم مرتبے پر فائز تھے۔ ان کا کام فقط خدا کے احکام کو آگے پہونچانا نہیں تھا۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ پیغمبر اسلام (ص) کے بعد امامت کا سلسلہ ان کی پاک ذریت کے درمیان جاری رہا ہے۔

امامت کی جو تعریف اوپر کی گئی ہے اس سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ اس ،قام تک رسائی دشوار شرائط کی حامل ہے۔ خواہ تقویٰ (ہر گناہ سے معصوم ہونے کی حد تک) کے لحاظ سے ہو یا علم و دانش اور دین کے تمام معارف و احکامات کو جاننے نیز انسانوں کی شناخت اور ہر عصر میں ان کی ضروریات کو پہچاننے کے حوالے سے۔ (غور کیجئے)

## 46۔ امام، گناہ اور غلطی سے محفوظ ہے

ہمارا عقیدہ ہے کہ: امام کو ہر گناہ اور غلطی سے معصوم ہونا چاہئے، کیونکہ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں .بیان شدہ بات کے علاوہ غیر معصوم شخص پر مکمل اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور اس سے دین کے اصول وفروع اخذ نہیں کئے جا سکتے۔ اس لئے ہمارا عقیدہ ہے کہ امام کی گفتگو اس کے افعال اور تقریر کی حجت اور شرعی دلیل ہے۔ (تقریر سے مراد یہ ہے کہ امامم کے سامنے کوئی کام انجام دیا جائے اور وہ اپنی خاموشی کے ذریعہ اسکی تائید کرے)

## 47۔ امام، شریعت کا محافظ

ہمارا عقیدہ ہے کہ: امام ہرگزا اپنے ساتھ کوئی زریعت یا دین لیکر نہیں آتا بلکہ اسکی ذمہ داری پیغمبر (ص) کے دین کی حفاظت اور آپکی شریعت کی نگہبانی ہے۔اس کا کام دین کی تبلیغ ، تعلیم ،دین کی ھفاظت اور لوگوں کو اس دین کی طرف بلانا ہے۔

## 48۔ امام ، لوگوں میں سب سے زیادہ اسلام سے آگاہ ہے

نیز ہمارا عقیدہ ہے کہ: امام کو اسلام کے تمام اصول و فروع، احکام وقوانین اور قرآن کے معانی و تفسیر سے مکمل طور پر آگاہ ہونا چاہیئے۔ ان چیزوں کے متعلق اس کے علم کا سرچشمہ خدا کی ذات ہے اور یہ علم پیغمبر و کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔

جی ہاں؛اس طرح کے علم پر ہی لوگوں کو مکمل اعتماد ہو سکتا ہے اور اسلام کی حقیقتوں کو سمجھنے کے لئے اس پر ہی اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

## 49۔ امام کو منصوص ہونا چاہیئے

ہمارا عقیدہ ہے کہ: امام (جانشین پیغمبر (ص)) کو منصوص ہونا چاہیئے ،یعنی اسکی امامت پیغمبر (ص) کے صریح اور واضح پیغام کے مطابق ہونی چاہیئے اور بعد والے امام کے لئے پہلے امام کی تصریح ضروری ہے۔ بالفاظ دیگر امام بھی پیغمبر کی طرح خدا کی طرف سے (پیغمبر (ص) کے ذریعے) متعین ہوتا ہے۔ جس طرح ہم نے ابراہیم (ع) کی امامت سے متعلق آیت میں پڑھا: (انّی جاعلک للنّاس اماما) یعنی میں نے تجھے لوگوں کا امام قرار دیا ہے۔

اس کے علاوہ (عصمت کی حدتک) تقویٰ اور بلند علمی مقام (جو تمام احکامات اور تعلیمات الٰھی پر ایسے احاطہ کی صورت میں ہو جس میں غلطی اور اشتباہ کی گنجائش نہ ہو) کی موجودگی کا علم صرف خدا اور رسول (ص) کے پاس ہی ہو سکتا ہے۔

بنابر ایں ہمارے عقیدہ کی رو سے معصوم اماموں کی امامت لوگوں کی رائے سے نہیں حاصل ہو سکتی ہے۔

## 50۔ اماموں کا تعین، رسول (ص) کے ذیعے

ہمارا عقیدہ ہے کہ:پیغمبر اکرم (ص) نے اپنے بعد والے اماموںکو متعین فرمایا ہے۔ حدیث ثقلین (جو مشہور و معروف ہے)میں حضور (ص)نے اماموں ک اجمالی ذکر کیا ہے۔

صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ''خم ''نامی جگہ پر پیغمبر اکرم (ص) نے کھڑے ہوکر ایک خطبہ دیا ۔ اس کے بعد فرمایا:میں عنقریب تم لوگوں سے جدا ہو جاؤں گا۔(انّی تارک فیکم الثّقلین، اوّلھما کتاب اللہ فیہ الھدیٰ والنّوروا ھل بیتی، اذکرکم اللہ فی اھل بیتی)''یعنی میں تمہارے درمیان دو ران قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ۔ ان میں سے پہلی چیز کتاب اللہ ہے جس میں نور اورہدایت ہے اور (دوسری چیز)میرے اھل بیت ہیں ۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہونکہ میرے اھل بیت کے سلسلے میں خدا کو فراموش نہ کرناً (آنحضرت (ص)نے یہ جملہ تین بار دہرایا)۔( صحیح مسلم ،جلد4 صفحہ1873)۔

صحیح ترمذی میں بھی اس بات کا ذکر ہوا ہے اور صریحا مذکور ہے کہ اگر ان دونوں سے متمسک رہوگے تو ہر گزگمراہ نہ ہوگے۔( صحیح ترمذی ،جلد5 صفحہ662)یہ حدیث سنن دارمی ، جلد 2 صفحہ 4422، خصائص نسائی صفحہ 20، مسند احمد،جلد5 صفحہ 182 اور کتاب کنز العمال جلد 10 صفحہ 185 حدیث945 اور دیگر مشہور و معروف اسلامی کتب میں مذکور ہے۔ اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہو سکتا ۔ حقیقت میں اس حدیچ کا شمار ان متواتر احادیث میں ہوتا ہے جن کا انکار کوئی مسلمان نہیں کر سکتا۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اکرم (ص) نے ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ مختلف مواقع پر یہ حدیث بیان فرمائی ہے۔

واضح سی بات ہے کہپیغمبر اکرم (ص) کی ذرّیت کے سارے لوگ اس عظیم مرتبے کے حامل اور قرآن کے ہم پلّہ نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا یہ پیغمبر اکرم (ص) کی ذرّیت میں سے فقط معصوم اماموں کی طرف اشارہ ہے(یاد رہے کہ صرف کمزور اور مشکوک احادیث میں اہل بیتی کی جگہ لفظ سنّتی مذکور ہے)۔

اس سلسلے میں ہم ایک اور معروف حدیچ سے استدلال کریں گے (جو صحیح بخاری ، صحیح مسلم، صحیح ترمذی، صحیح ابوداؤد۔ مسند حنبل اور دیگر کتب میں مذکور ہے)۔پیغمبر اکرم (ص) نے فرمایا ہے:(لا یزال الّذین قائما حتّیٰ تقوم السّاعة او یکون علیکماثنٰی عشر خلیفة کلّھم من قریش)یعنی دین اسلام قائم رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے یا بارہ خلیفہ تم پر حکومت کریں،یہ خلفاء سب کے سب قریش سے ہوں گے۔( صحیح مسلم ،جلد3 صفحہ 1453میں یہ عبارت ---'' جابر ابن سمرہ'' نے نبی اکرم سے نقل کی ہے۔یہی عبارت مختصر سے فرق کے ساتھ مذکورہ بالا کتب میں مذکور ہے۔دیکھئے صحیح بخاری،جلد 4 صفحہ101، صحیح ترمذی،جلد 4 صفحہ501اور صحیح ابی داؤد،جلد 4 کتاب المھدی)

ہمارا عقیدہ ہے کہ :ان روایات کی قابل قبول تفسیر صرف وہی ہو سکتی ہے جو بارہ اماموں کے متعلق شیعہ امامیہ نے کی ہے۔ذرا غور فرمائیں کہ کیا اسکے علاوہ کوئی معقول تفسیر ہو سکتی ہے؟

## 51۔پیغمبر اکرم کے ذریعہ، حضرت علی (ع)کا تعین

ہمارا عقیدہ ہے کہ :پیغمبر اسلام (ص) نے متعدد جگہوں پر حضرت علی (ع) کو بالخصوص اپنے جانشین کے طورپر (خدا کے حکم سے)معین فرمایا ہے۔چنانچہ ایک دفعہ حجۃالوداع سے لوٹتے وقت صحابہ کے ایک عظیم اجتماع میں غدیر خم (جحفہ کے نزدیک ایک جگہ) کے مقام پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:(ایھاالنّاس الست اولٰی بکم من انفسکم قالوا بلیٰ،قال فمن کنت مولاہ فعلی مولاہ) یعنی اے لوگوں کیا میں تم پر تمہاری بہ نسبت زیادہ اختیار نہیں رکھتا ؟انہوںنے کہا،کیوں نہیں ۔آپ (ص) نے فرمایا :بس جس کا میں مولا ہوں اس کا علی (ع) مولا ہے)۔(یہ حدیث متعدد اسناد کے ذریعہ نبی اکرم (ص) سے نقل ہوئی ہے ۔حدیث کے راویوں کی تعداد 110 اصحاب اور 84 تابعین سے زیادہ ہے۔360 سے زیادہ مشہور اسلامی کتابوں میں یہ حدیث منقول ہے جس کی تفصیل اس مختصر سی کتاب میں بیان نہیں کی جا سکتی۔ دیکھئے پیام قرآن ،جلد 9 صفحہ 181 اور مابعد۔)

یہاں چونکہ ہم نہیں چاہتے کہ ان عقائد کی مزید دلائل بیان کریں اور بحث اور تمحیص کو طول دیں لہٰذا یہی کہنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ مذکورہ حدیث کو آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے اور نہ اسے ایک عام سی خوشنودی یا محبت کے اظہار کا عنوان دیا جا سکتا ہے جبکہ پیغمبر اسلام (ص) نے اتنے بڑے اہتمام اورتاکید کے ساتھ اسے بیان کیا ہے۔

کیا یہ وہی چیز نہیں ہے جس کا ابن کثیر نے اپنی تاریخ "الکامل"میں ذکر کیا ہے؟کہ پیغمبر اسلام (ص) نے اپنی تبلیغ کے آغاز میں قرآنی آیت(انذر عشیرتک الاقربین) کے نزول کے بعد اپنے عزیزوں کو جمع کیا اور انکے سامنے اسلام پیش کرنے کے بعد فرمایا:

(ایّکم یوازرنی علیٰ ھٰذاالامر علیٰ ان یکون اخی و وصیّی و خلیفتی فیکم)یعنی تم میں سے کون اس کام میں میری مدد کرے گا تاکہ وہ میرا بھائی ، میرا وصی اور تمہارے درمیان میرا خلیفہ و جانشین ہو؟

حضرت علی (ع) کے سوا کسی نے پیغمبر (ص) کی بات کا جواب نہیں دیا ۔حضرت علی (ع) نے عرض کیا-:(انا یا نبیّ اللہ اکون وزیرک علیہ)یعنی اے اللہ کے نبی میں اس کام میں آپ کا وزیر اور مددگار بنوں گا۔

پیغمبر اکرم نے انکی طرف اشارہ کیا اور فرمایا:(انّ ھٰذا اخی و وصیّی وخلیفتی فیکم)یعنی بہ تحقیق یہ میرا بھائی، میرا وصی اور تمہارے درمیان میرا جانشین ہے۔(کامل ابن اثیر،جلد2 صفحہ63، مطبوعہ بیروت /دارصادرم، مسند احمد بن حنبل،جلد1 صفحہ11، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد 13 صفحہ210 و دیگر مئولفین نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں یہی بات بیان کی ہے۔)

کیا وہ مسئلہ نہیں ہے جس کا اعلان پیغمبر اسلام (ص) اپنی عمر کے آخری حصّہ میں ایک بار پھر کرنا چاہتے تھے اور اسکی تاکید کرنا چاہتے تھے؟ صحیح بخاری کے بقول آنحضرت (ص) نے حکم دویا: (ایتونی اکتب کتابا لن تضلّوا بعده ابدا) یعنی کوئی چیز (کاغز و قلم) لے آو تاکہ تمہارے لئے ایسی چیز لکھ دوں جس کے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہوں گے۔ اسی حدیث میں مذکور ہے کہ بعض حضرات نے اس سلسلے میں پیغمبر (ص) کی مخالفت کی یہاں تک کہ بہت ہی توہین آمیز بات کی اور رکاوٹ بن گئے۔ (بخاری نے جلد 5 صفحہ 11 باب "مرض النبی" میں یہ حدیث بیان کی ہے۔ اس سے زیادہ واضح صحیح مسلم، جلد 3 صفحہ 1259 میں مذکور ہے۔)

ہم ایک بار پھر اس بات کی تکرار کریں گے کہ یہاں ہمارا مقصد عقائد کو مختصر سے استدلال کے ساتھ بیان کرنا ہے اور زیادہ تفصیلی بحث کی گنجائش نہیں ہے، وگرنہ گفتگو کا انداز کچھ اور ہوتا۔

## 52۔ہر امام کی تاکید، اپنے بعد والے امام کے بارے میں

ہمارا عقیدہ ہے کہ: بارہ اماموں میں سے ہر ایک کی تائید اس سے پہلے والے امام کے ذریعہ ہوتی ہے۔ سب سے پہلے امام حضرت علی علیہ السلام ہیں ان کے بعد انکے بیٹے امام حسن علیہ السلام، ان کے بعد امام علی علیہ السلام کے دوسرے بیٹے سیدالشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام، ان کے بعد انکے بیٹے امام حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام، ان کے بعد انکے بیٹے امام محمد باقی علیہ السلام، ان کے بعد انکے بیٹے امام جعفر بن محمد الصادق علیہ السلام، انکے بعد انکے بیٹے امام موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام، ان کے بعد انکے بیٹے علی ابن موسیٰ الرِّضا علیہ السلام، پھر انکے بیٹے محمد ابن علی التقی علیہ السلام، ان کے بعد انکے بیٹے علی ابن محمد النقی علیہ السلام، ان کے بعد ان کے بیٹے حسن ابن علی العسکری علیہ السلاماور سب سے آخری امام محمد بن الحسن المہدی علیہ السلام ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ اب بھی زندہ ہیں لیکن لوگوں کی نظروں سے غائب ہیں۔

البتہ حضرت مہدی علیہ السلام (جو دنیا کو عدل و انصاف سے پر کر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے پر ہو چکی ہوگی) کے وجود پر ایمان صرف ہمارے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ تمام مسلمان اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ بعض سنی علماء نے حضرت امام مہدی علیہ السلام سے متعلق روایات کے متواتر ہونے پر الگ کتابیں لکھی ہیں۔ (رابطۃ العالم الاسلامی) کی طرف سے شائع ہونے والے رسالے میں چند سال قبل امام مہدی علیہ السلام سے متعلق ایک سوال کے جواب میں امام (ع) کے ظہور کو حتمی قرار دیا گیا تھا اور ساتھ ہی امام حضرت مہدی علیہ السلام کے متعلق پیغمبر اکرم (ص) کی مشہور و مستند روایات کے کافی سارے اسناد کا ذکر ہوا تھا (یہ خط 24 شوال 1396 ہجری کو "رابطۃ العالم الاسلامی" سے "مجمع الفقہ الاسلامی" کے ڈائرکٹر محمد المنتصر الکتانی کے دستخط کے ساتھ شائع ہوا ہے۔) البتہ ان میں بعض اس بات کے قائل ہیںکہ حضرت مہدی علیہ السلام آخری زمانے میں متولد ہوں

گے۔ لیکن ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ بارہویں امام ہیں اب بھی زندہ ہیں اور جب خدا انہیں زمین سے ظلم و جور کا خاتمہ کرنے اور حکومت عدل الٰہی قائم کرنے کا حکم دے گا تو وہ خروج کریں گے۔

## 53۔ حضرت علی (ع) سب صحابہ سے افضل ہیں۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ: حضرت علی علیہ السلام سب صحابہ سے افضل ہیں۔ پیغمبر اکرم (ص) کے بعد اسلامی امت میں ان کا مقام سب سے بڑا ہے۔ اس کے باوجود ان کے بارے میں ہر قسم کا غلو حرام ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ جو لوگ حضرت علی علیہ السلام کے لئے مقام الوہیت اور ربوبیت یا اس طرح کی کسی بات کے قائل ہیں وہ کافر اور مسلمانوں کے زمرے سے خارج ہیں۔ ہم ان کے عقائد سے بےزار ہیں۔ افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ شیعوں کے ساتھ انکا ملتا جلتا نام اس سلسلے میں غلط فہمیوں کا باعث بنتا ہے۔ حالانکہ علماء شیعہ امامیہ نے ہمیشہ اپنی کتابوں میں اس گروہ کو اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔

## 54۔ صحابہ، عقل اور تاریخ کی عدالت میں

ہمارا عقیدہ ہے کہ:پیغمبر (ص) کے اصحاب میں بڑے عظیم،جاں نثار اور عظمت والے لوگ تھے ۔قرآن و حدیث نے انکی فضیلت میں بہت کچھ بیان کیا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم تمام اصحاب پیغمبر (ص) کو معصوم سمجھنے لگیں اور کسی استثناء کے بغیر ان کے اعمال کو درست قرار دیں ۔کیونکہ قرآن نے بہت سی آیات (سورۂ توبہ، سورۂ نور، اور سورۂ منافقین کی آیات)میں ایسے منافقین کاتذکرہ کیا ہے جو اصحاب پیغمبر (ص) میں شامل تھے۔ظاہری طور پر وہ ان کا حصّہ تھے لیکن اس کے باوجود قرآن نے ان کی بہت زیادہ مذمت کی ہے۔دوسری طرف سے بعض لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے پیغمبر (ص) کے بعد مسلمانوں میں جنگ کی آگ بھڑکائی، انہوں نے وقت کے امام اور خلیفہ کی بیعت توڑدی اور دسیوں ہزار مسلمانوں کا خون بہایا۔ کیا ہم یہ کہ سکتے ہیںکہ یہ افراد ہر لحاظ سے پاک و منزّہ تھے؟

بالفاظ دیگر نزاع اور جنگ(مثلاً جنگ جمل و صفین) کے دونوں فریقوں کو کس طرح صحیح اور درست قرار دیا جا سکتا ہے؟ یہ تضاد ہمارے لئے قابل قبول نہیں ہے۔ کچھ لوگ اس کی توجیہ کے لئے "اجتہاد" کے بہانے کو کافی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک فریق حق پر تھا اور دوسرا خطا کار لیکن چونکہ اس نے اپنے اجتہاد پر عمل کیا ہے لھذٰا خدا کے نزدیک اسکا عذر قابل قبول ہے،، بلکہ اسکو صواب ملے گا ۔ہمارے لئے اس استدلال کو قبول کرنا مشکل ہے۔

اجتہاد کا بہانہ بنا کر پیغمبر (ص) کے جانشین کی بیعت کیسے توڑی جا سکتی ہے؟ اور پھر جنگ کی آگ بھڑکا کر بے گناہ لوگوں کا خون کیسے بہایا جا سکتا ہے؟اگر اجتہاد کا سہارا لیکر اس قدر بے تہاشا خونریزی کی توجیہ کی جا سکتی ہے تو پھر کون سا ایسا کام ہے جسکی توجیہ نہ ہو سکے؟

ہم واضح طور پر کہیں گے کہ ہمارے عقیدہ کی رو سے تمام انسانوں ،یہاں تک کہ پیغمبر اکرم (ص) کے اصحاب کی اچھائی برائی کا سار و مدار انکے اعمال پر ہے۔ قرآن کا یہ زرّین اصول (انّ اکرمکم عند الله اتقٰیکم )یعنی خدا کے نزدیک تم سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے(سورۂ حجرات آیت12) ان کو بھی شامل ہے۔

لھذٰا ہمیں ان کے اعمال سامنے رکھتے ہوئے ان کے بارے میں فیصلہ کرنا ہوگا ۔یوں ہم ان سب کے بارے میں ایک منطقی موقف اختیار کرتے ہوئے کہ سکتے ہیں کہ جو لوگ آنحضرت (ص) کے دور میں مخلص اصحاب کی صف میں شامل تھے اور پیگمبر اسلام (ص) کی رحلت کے بعد بھی وہ اسلام کی حفاظت میں کوشاں رہے اور قرآن کے ساتھ اپنے وعدہ کو نبھاتے رہے، ہم ان کو اچھا سمجھتے ہیں اور انکا احترام کرتے ہیں ۔ لیکن جو لوگ آنحضرت لے دور میں منافقین کی صف میں شامل تھے اور انہوں نے

ایسے کام کئے جن سے پیغمبر (ص) کا دل دکھایا اور پیغمبر اکرم (ص) کی رحلت کے بعد انہوں نے اپنا راستہ تبدیل کر لیا اور ایسے کام کئے جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے نقصان دہ تھے تو ہم انہیں نہیں مانتے۔ قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے (لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الآخر یوآدّون من حآدّاللہ ورسولہ ولوکانوا آبائھم او ابنائھم او اخوانھم اوعشیرتھم اولٓئک کتب فی قلوبھم الایمان ) یعنی آپ خدا اور قیامت پر ایمان لانے والوں کو خدا اور رسول (ص) کے ساتھ نافرمانی کرنے والوں کے ساتھ دوستی کرتے ہوئے نہیں پائیں گے، اگرچہ وہ ان کے باپ، اولاد، بھائی یا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ یہ لوگ ہیں جن کے صفحات قلوب پر اللہ نے ایمان کو لکھ دیا ہے۔ (سورئہ مجادلہ، آیت 22)

جی ہاں؛ جو لوگ پیغمبر (ص) کی زندگی میں یا حضور کی رحلت کے بعد پیغمبر (ص) کو تکلیف پہونچاتے رہے وہ ہمارے عقیدہ کے مطابق احترام کے قابل نہیں ہیں۔

لیکن یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ پیغمبر (ص) کے بعض اصحاب نے اسلام کی ترقی کے لئے بڑی بڑی قربانیاں انجام دی ہیں۔ خدا نے بھی ان کی تعریف و تمجید کی ہے۔ اسی طرح جو لوگ ان کے بعد آئے یا دنیا کے خاتمہ تک آتے رہیں گے اگر وہ حقیقی اصحاب کے راستہ پر چلتے ہوئے ان ک کے مشن کو آگے بڑھائیں تو وہ بھی تعریف اور تمجید کے لائق ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے (السّابقون الاوّ لون من المھاجرین والانصار والّذین اتّبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ ) یعنی مھاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے اوّلین افراد نیز نیکیوں میں انکی پیروی کرنے والوں سے اللہ راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔ (سورئہ توبہ، آیت 100)

یہ ہے پیغمبر اسلام (ص) کے اصحاب کے متعلق ہمارے عقیدہ کا خلاصہ۔

## 55۔ اہل بیت، علوم پیغمبر (ص) سے ماخوذ ہیں

ہمارا عقیدہ ہے کہ: چونکہ متواتر روایات کے مطابق پیغمبر اکرم (ص) نے ہمیں اہل بیت کے متعلق حکم دیا ہے کہ ہم ان دونوں کا دامن نہ چھوڑیں تاکہ ہم ہدایت پائیں، نیز چونکہ ہم آئمہ اہل بیت (ع) کو معصوم سمجھتے ہیں، اس لئے ان کی ہر بات اور ان کا ہر عمل ہمارے لئے حجت اور دلیل ہے۔ اسی طرح ان کی تقریر (یعنی ان کے سامنے کوئی کام انجام پائے اور وہ اس سے منع نہ کریں) بھی حجت ہے۔ بنا بریں قرآن و سنت کے بعد ہمارا ایک فقہی ماخذ آئمہ اہل بیت (ع) کا قول، فعل اور تقریر ہے۔

اور چونکہ متعدد اور معتبر روایات کے مطابق آئمۂ اہل بیت (ع) نے فرمایا ہے کہ ان کے فرامین رسول اللہ (ص) کی احادیث ہیں جو وہ اپنے آباء و اجداد سے نقل کرتے ہیں، بنابر ایں واضح ہے کہ حقیقت میں ان کے فرامین پیغمبر (ص) کی روایات ہیں۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ پیغمبر اکرم (ص) سے ثقہ اور با اعتماد شخص کی روایت علمائے اسلام کے نزدیک قابل قبول ہے۔

امام محمد بن علی الباقر علیہ السلام نے جابر سے فرمایا (یا جابر انّالو کنّانحدّثکم برأینا و ھو ان ا لکنّا من الھالکین ،ولکن نحدّثکم باحادیث نکنذھا عن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) یعنی اے جابر؛ اگر ہم اپنی رائے اور خواہشات نفسانی کی بناء پر تمہارے لئے کوئی بات بیان کریں تو ہم تباہ ہونے والوں میں شامل ہو جائیں گے۔ لیکن ہم تمہارے لئے ایسی احادیچ نقل کرتے ہیں جو ہم نے رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے خزانہ کی صورت میں جمع کی ہیں۔

(جامع احادیث الشیعہ، جلد 1 صفحہ 18 از مقدمات، حدیث 116)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ایک حدیث میں مذکور ہے کہ کسی نے امام (ع) سے سوال کیا اور حضرت (ع) نے جواب دیا۔ اس شخص نے امام کی رائے تبدیل کرنے کی غرض سے بحث شروع کر دی تو امام صادق (ع) نے فرمایا: (ما اجبتک فیہ من شئی فھو عن رسول اللہ) یعنی میں نے تجھے جو جواب دیا ہے وہ پیغمبر (ع) سے منقول ہے (اور اس میں بحث کی گنجائش نہیں ہے)۔ (اصول کافی، جلد 1 صفحہ 58 حدیث 121)

قابل غور اور اہم نکتہ یہ ہے کہ حدیث کے سلسلہ میں ہمارے پاس کافی، تحذیب، استبصار، من لا ے حضرہ الفقیہ اور دوسری معتبر کتابیں ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان کتابوں میں موجود ہر روایت ہماری نظر میں قابل قبول ہے بلکہ روایات سے متعلق کتب کے ساتھ ہمارے پاس علم رجال کی کتب بھی موجود ہیں، جن میں ہر طبقہ کے راویان احادیث پر بحث کی گئی ہے۔ ہمارے نزدیک وہ روایت قابل قبول ہے، جس کی سند میں مذکور تمام افراد ثقہ اور قابل اطمینان ہوں۔ لہٰذا ان مشہور اور معتبر کتب میں جو روایات اس شرط کی حامل نہ ہوں وہ ہماری نظر میں قابل قبول نہیں۔

علاوہ از ایں ممکن ہے کہ کوئی روایت ایسی ہو جس کا سلسلہ سند بھی معتبر ہو لیکن ابتداء سے لے کر آج تک ہمارے بڑے بڑے علماء اور فقہاء نے اسے نظر انداز کیا اور اس پر عمل نہ کیا ہو اور انہیں اس میں کچھ دیگر نقائص نظر آتے ہوں۔ اس قسم کی روایت کو ہم ''معرض عنھا'' کہتے ہیں۔ یہ ہماری نظر میں معتبر نہیں۔

بنابر ایں یہ بات واضح ہے کہ جو لوگ ہمارا عقیدہ جاننے کے لئے فقط اور فقط ان کتب میں موجود کسی ایک روایت یا مختلف روایات کا سہارا لیتے ہیں، بغیر اس کے کہ روایت کی سند کے بارے میں کوئی تحقیق کریں انکا طریقہ کار غلط ہے۔

بعض معروف اسلامی فرقوں میں ''''صحاح'' کے نام سے کتابیں موجود ہیں، جن میں موجود روایات کا صحیح ہونا ان کتابوں کے مصنّفین کے نزدیک ثابت ہے۔ نیز دوسرے لوگ بھی ان روایات کو صحیح سمجھتے ہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک موجود معتبر کتابیں اس

طرح نہیں ہیں ۔ یہ ایسی کتابیں ہیں جن کے مصنّفین معروف اور قابل اعتماد شخصیات ہیں ۔ لیکن ان کتابوں میں موجود روایات کی سند کا صحیح ہونا علم رجال کی کتب کی روشنی میں راویوں کی تحقیق پر موقوف ہے۔

مذکورہ بالا نکتے کی طرف توجہ ہمارے عقائد کے متعلق پیدا ہونے والے بہت سے سوالوں کا جواب دے سکتی ہے ۔ جس طرح اس سے بے توجہی ہمارے عقائد کی پہچان کے سلسلے میں بہت سی غلط فہمیوں کو جنم دے سکتی ہے ۔

بہر حال قرآن مجید کی آیات اور پیغمبر اسلام (ص) کی احادیث کے بعد ہماری نظر میں بارہ اماموں (ع) کی احادیث معتبر ہیں ۔ شرط یہ ہے کہ آئمہ علیھم السلام سے ان احادیث کا صدور معتبر طریقہ سے ثابت ہو۔

## مختلف مسائل

گزشتہ ابواب میں ذکر ہونے والے مباحث میں نے دین اسلام کی بنیادوں سے متعلق ہمارے نظریاتی واعتقادی اصولوں کو واضح کیا۔ان کے ساتھ ساتھ ہمارے عقائد کی کچھ اورخاص باتیں ہیں جواس باب میں .بیان کی جاتی #ہیں۔

## 56۔حسن وقبح کا مسئلہ

ہمارا عقیدہ ہے کہ انسانی عقل بہت سی اشیاء کی خوبی وبدی اور حسن وقبح کا ادراک کرسکتی ہے ۔ یہ خوب وبد کی پہچان ، اس طاقت کی بدولت ہے جو خدا نے انسان کو عطا کی ہے۔بنابر ایں آسمانی شریعتوں کے نازل ہونے سے پہلے بھی بعض امور عقل کی بدولت انسانوں کے لئے واضح تھے۔ مثلا عدل اور نیکی کی خوبی ، ظلم وستم کی برائی نیزہدایت ، امانت، شجاعت اور سخاوت جیسی بہت سی اخلاقی صفات کی اچھائی اسی طرح جھوٹ ، خیانت ، بخل اور اس طرح کی دوسری صفات کی برائی وقباحت، ان امور میں سے ہیں جنہیں عقل درک کرتی ہے۔ لیکن چونکہ عقل تمام اشیاء کی اچھائی اور برائی کو سمجھنے سے عاجز ہے اور انسان کی معلومات بہر حال محدودہیں اس لئے ادیان الٰھی، آسمانی کتب اور انبیاء ، خدا کی طرف سے اس امر کی تکمیل کے لئے بھیجے گئے ،تاکہ وہ عقلی ادراکات کی بھی تاکید کریں اور ان تاریک گوشوں کو بھی نمایاں کریں جن کے ادراک سے عقل عاجز ہے۔

اگر حقائق کی پہچان کے سلسلے میں ہم عقل کی ذاتی صلاحیت کے سرے سے ہی منکر ہوجائیںتو پھر توحید، خدا شناسی اور آسمانی ادیان کی بات ہی ختم ہو جائے گی کیونکہ وجود خدا کا اثبات اور بعثت انبیاء کی حقانیت صرف عقل کے ذریعہ ہی قابل اثبات ہے۔یہ بات واضح ہے کہ شرعی تعلیمات اس صورت میں قابل قبول ہیں جب یہ دو اصول (توحید و نبوت)پہلے عقلی دلیل کے ذریعہ ثابت ہو چکے ہوں ۔صرف شرعی دلیل کے ذریعہ ان دونوں موضوعات کا اثبات نا ممکن ہے۔

## 57۔عدل الٰھی

مذکورہ بالا وجوہات کی بنا پرہم خدا کے عادل ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اس بات کو محال سمجھتے ہیں کہ خدا اپنے بندوں پر ظلم کرے یا بلا وجہ کسی کو سزا دے یا بلا وجہ کسی کو معاف کردے ۔یہ محال ہے کہ وہ اپنا وعدہ وفا نہ کرے اور محال ہے کہ برے اور خطاکار شخص کو اپنی طرف سے نبوت اور رسالت کا مقام عطا فرمائے اور اسے معجزات سے نوازے۔

نیز یہ بھی محال ہے کہ اس نے اپنے جن بندوں کو سعادت کا راستہ طے کرنے کے لئے پیدا کیا ہے، انہیں کسی راہنما اور رہبر کے بغیر سرگرداں چھوڑ دے، کیونکہ یہ سبکام برے اور قبیح ہیں ۔قرآنی آیات ایسی آیات سے بھری پڑی ہیں جو عقل اور عقلی دلائل کی اہمیت کو واضح کرتی ہیں۔جادئہ توحید پر گامزن ہونے کے لئے قرآن نے ارباب عقل و خرد کو زمین اور آسمان میں موجود خدا کی نشانیوں کا مطالعہ کرنے کی دعوت دی ہے۔(انّ فی خلق السّمٰوات والارض واختلا ف ا للّیل والنّھار لآیات لاولی الالباب ) )(سورئہ آل عمران ،آیت 190)

دوسری طرف سے انسانی عقل و شعور میں اضافہ کو خدا کی نشانیوں کے بیان کا ہدف قرار دیا۔(انظر کیف نصرّف الآیات لعلّھم یفقھون )یعنی دیکھو کہ ہم مختلف تعبیروں سے کس طرح اپنی نشانیاں بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سمجھ لیں ۔(سورئہ انعام ،آیت 65)

تیسرا نکتہ :ان دونوں باتوں کے علاوہ تمام انسانوں کو دعوت دی گئی ہے کہ وہ نیکیوں اور برائیوں میں تمیز کریں۔ اور اس سلسلہ میں قوت فکر سے کام لیں ۔ارشاد ہوتا ہے کہ (قل ھل یستوی الاعمی والبصیر افلا تتفکّرون ) )یعنی کیا نابینا اور بینا(نادان اور دانا )برابر ہیں ؟کیا تم فکر نہیں کرتے ؟(سورئہ انعام ،آیت 50)

چوتھا اور آخری نکتہ یہ ہے کہ :جو لوگ اپنے کانوں ،آنکھوں اورزبان سے کام نہیں لیتے اور اپنی عقل و خرد سے استفادہ نہیں کرتے انہیں زمین پر چلنے والوں میں سب سے بدترین حیوان قرار دیا گیا ہے۔(انّ شرّ الدّوآب عند اللہ الصمّ البکم الّذین لا یعقلون)یعنی خدا کے نزدیک زمین پر چلنے والوں میں سب سے برے وہ بہرے اور گونگے افراد ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے(سورئہ انفال ،آیت 22)اور بھی متعدد آیات اس بات کو بیان کرتی ہیں ۔

ان دلائل کی موجودگی میں اسلام کے اصول و فروع کے حوالے سے ہم عقل و خرد اور تفکر کی قوّت سے کیسے چشم پوشی کر سکتے ہیں ؟

خدا وند عالم کے لئے برے اور قبیح کام کا امکان نہیں ہے۔

## 59۔فقہ کا ایک ماخذ عقل ہے

ہمارا عقیدہ ہے کہ:دین اسلام کا ایک بنیادی ماخذ مذکورہ بالا نکات کی روشنی میں عقل ہے۔یعنی یہ کہ عقل ے قینی طور پر کسی چیز کو درک کرے اور اسکے بارے میں فیصلہ کرے۔مثال کے طور پر اگر(بطور فرض)قرآن اور سنت میں ظلم و خیانت ،جھوٹ ،قتل،چوری اور لوگوں کے حقوق پامال کرنے کی حرمت پر کوئی دلیل ہی نہ ہوتی و ہم دلیل عقلی کے ذریعہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے اور ے قین رکھتے کہ اس عالم اور حکیم خدا نے ہم پر یہ چیزیں حرام کردی ہیں اور وہ ان کی انجام دہی پر راضی نہیں ہے۔ عقل کا یہ حکم ہمارے اوپر حجت محسوب ہوتا۔

## 60۔عدل الھٰی پر ایک نظر

جیسا کہ پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے ہم خدا کے عادل ہونے پر اعتقاد رکھتے ہیں اور یہ ے قین رکھتے ہیں کہ خدا اپنے کسی بندہ پر کوئی ظلم نہیں کرتا کیونکہ ظلم ایک برا اور نا پسندیدہ کام ہے اور خدا کی ذات اس طرح کے کام سے پاک اور منزہ ہے(ولا یظلم ربّک احدا)یعنی تیرا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرتا۔(سورئہ کہف ،آیت 49)

اگر دنیا اور آخرت میں بعض افراد کو سزا ملے گی تو اس کا اصل سبب وہ خود ہیں۔(فما کان اللہ لیظلمھم ولکن کانوا انفسھم یظلمون )یعنی خدا نے عذاب الہٰی میں مبتلا ہونے والی گزشتہ (اقوام)پر ظلم نہیں کیا (سورئہ توبہ،آیت 70)بلکہ وہ خود اپنے اوپر ظلم کیا کرتے تھے۔

نہ صرف انسان بلکہ کائنات کی کسی چیز پر بھی خدا ظلم نہیں کرتا ۔(وما اللہ یرید ظلما للعالمین )یعنی خدا اہل عالم پر ظلم کا ہرگز ارادہ نہیں رکھتا۔(سورئہ آل عمران ،آیت 108)یاد رہے کہ یہ تمام آیات حکم عقل کی طرف راہنمائی کر رہی ہے اور اسی کی تاکید کر رہی ہیں۔

## تکلیف مالا یطاق

تکلیف مالا یطاق کی نفی مذکورہ وجوہات کی بنا پر ہمارا عقیدہ ہے کہ خدا ہرگز تکلیف مالا یطاق (انسان کی طاقت سے باہر کاموں ) کا حکم نہیں دیتا (لایکلّف اللہ نفسا الّا وسعھا )(سورئہ بقرہ،آیت 286)

## 61۔ المناک حادثات کا فلسفہ

ہمارا عقیدہ ہے کہ اس دنیا میں جو المناک واقعات رونما ہوتے ہیں (مثلا زلزلے، مصیبتیںاور مشکلات)مذکورہ بالا وجوہات کی روشنی میں وہ کبھی تو خدا کی طرف سے سزا کے طور پر واقع ہوتے ہیں جیسا کہ قوم لوط کے متعلق فرمایا ہے (فلمّا جآء امرنا جعلنا عٰالیھا سافلھا وامطرنا علیھم حجارۃ من سجّیل منضود )یعنی جب عذاب کے بارے میں ہمارا حکم آگیا تو ہم نے انکے شہروں کو ملیا میٹ کر دیا اور ان پر پتھروں کی موسلا دھار بارش نازل کر دی۔(سورۂ ہود، آیت 82)

اور "سبا" کے سرکش اور ناسپاس لوگوں کے متعلق ارشاد ہوتا ہے(فاعرضوا فارسلنا علیھم سیل العرم)(سورۂ سبا، آیت 16)یعنی انہوں نے خدا کی اطاعت سے منہ موڑ لیا اور ہم نے تباہ کن سیلاب انکی طرف بھیج دیا۔

نیز ان میں سے نعض واقعات انسانوں کو بیدار کرنے کے لئے ہوتے ہیں تاکہ وہ حق کے راستے کی طرف لوٹ آئیں ۔ (ظھر الفساد فی البرّ والبحر بما کسبت اید النّاس لیذیقھم بعض الّذی عملوا لعلّھم یرجعون )خشکی اور سمندروں میں لوگوں کے کاموں کی وجہ سے خرابی آشکار ہو گئی۔خدا چاہتا ہے کہ انہیں ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے ۔شاےد وہ لوٹ آئیں۔(سورۂ روم، آیت 41) لہٰذا اس طرح کی مصیبتیں حقیقت میں خدا کے لطف و کرم کا نتیجہ ہیں۔

بعض مصیبتیں ایسی ہیں جو انسان خود اپنے لئۓ ڈھونڈ لاتا ہے۔با الفاظ دیگر وہ اپنی غلطیوں کا خمیازہ بھگتتا ہے۔ (انّ اللہ لا یغیّر ما بقوم حتّیٰ یغیروا ما بانفسھم )یعنی یقینا اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلے۔(سورۂ رعد، آیت 11)

(ما اصابک من حسنۃ فمن اللہ وما اصابک من سیّئۃ فمن نفسک )یعنی جو نیکی تجھے نصیب ہو وہ خدا کی طرف سے ہے (اور اس کی مدد سے ہے)اور جو برائی تجھے لاحق ہو وہ خود تیری طرف سے ہے۔(سورۂ نساء،آیت 79)

## 62۔ کائنات کا نظام سب سے بہترین نظام ہے

ہمارا عقیدہ ہے کہ : یہ کائنات عالی ترین نظام کا نظارہ پیش کر رہی ہے ۔یعنی اس کائنات کا موجودہ نظام ممکنہ نظاموں میں سب سے بہتر نظام ہے۔ہر چیز حساب کتاب کے مطابق ہے اس میں حق ،عدل ، انصاف اور نیکی کی منافی کوئی بات موجود نہیں ہے۔اگر انسانی معاشرہ میں کوئی برائی نظر آرہی ہے تو یہ خود انکی طرف سے ہیں۔

ہم یہ بات دہراتے ہیں کہ ہمارے عقیدہ کی رو سے کائنات کے بارے میں اسلامی نظریہ کہ ایک اصلی بنیاد عدل الٰہی ہے۔اس کے بغیر توحید ، نبوّت اور معاد کا نظریہ بھی خطرہ میں پڑ جاتا ہے،ذرا غور کیجئے۔

ایک حدیث میں مذکور ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے پہلے فرمایا "انّ اساس الدین التوحید والعدل "یعنی دین کی بنیاد توحید اور عدل ہیں ۔اس کے بعد فرمایا "اما التوحید فان لا تجوز علیٰ ربّک ما جاز علیک و اما العدل فان لاتنسب الیٰ خالقک ما لامک علیہ "یعنی توحید یہ ہے کہ جو باتیں تیرے کئے روا نہیں ہیں ، انہیں خدا کے لئے روا نہ سمجھ ۔(اسے ممکنات کی تمام صفات سے پاک و منزہ سمجھو)اور عدل یہ ہے کہ تم خدا کی طرف کسی ایسے کام کی نسبت نہ دو جسے اگر تم انجام دو تو وہ اس پر تمہاری مذمت کرے۔غور کیجئے(بحار الانوار ،جلد5 صفحہ1 حدیث 23)

## 63۔فقہ کے چار ماخذ

جیسا کہ پہلے بھی اشارہ کیا جا چکا ہمارے فقہی منابع(ماخذ)چار ہیں ۔

1۔"کتاب اللہ "یعنی قرآن مجید جو اسلامی معارف اور احکام کی بنیاد ہے۔

2۔پیغمبر اسلام (ص) اور آئمہ معصومین علیہم السلام (اہل بیت) کی سنت۔

3۔علماء اور فقہاکا اجماع و اتفاق جو معصوم کی رائے کا مظہر ہو۔

4۔عقل، عقل یا دلیل عقلی سے مرادےقینی اور قطعی دلیل عقلی ہے۔جو دلیل عقلی ظنّی ہو(مثلاً قیاس ، استحسان وغیرہ)وہ ہمارے نذدیک کسی بھی فقہی مسئلہ میں قابل قبول نہیں ہے ۔لہذا اگر فقیہ اپنے گمان کے مطابق کسی چیز میں مصلحت دیکھے لیکن اس کے مطابق قرآن اور سنت میں کوئی مخصوص حکم نہ ہو تو وہ اپنے گمان کو حکم خدا کے طور پر پیش نہیں کر سکتا۔اسی طرح شرعی احکام اخذ کرنے کے لئے ظنّی قیاسات اور اس طرح کی چیزوں کا سہارا لینا ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے۔لیکن جن مقامات پر انسان کو ےقین حاصل ہو جائے (جیسے ظلم،جھوٹ ،چوری اور خیانت کی برائی کا ےقین)تو ان مقامات پر عقل کا حکم معتبر ہے۔عقل کا یہ قطعی حکم "کلّ ما حکم بہ العقل حکم بہ الشرع"(عقل جس چیز کا حکم دے شرع کا حکم بھی وہی ہوگا) کے قاعدہ کے تحت حکم شرعی محسوب ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ عبادتی، سیاسی، اقتصادی اور سماجی امور میں مکلّف لوگوں کے لئے ضروری مسائل کے متعلق پیغمبر (ص) اور آئمہ علیہم السلام کی احادیث ہمارے یہاں موجود ہیں اور ظنّ اور گمان پر مشتمل دلیلوں کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے۔یہاں تک کہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ مسائل مستحدثہ (یعنی وہ مسائل جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسان کو پیش آتے ہیں) کی پہچان کے سلسلہ میں بھی کتاب خدا نیز رسول (ص) اور آئمہ (ع) کی سنت میں اصول اور ضوابط بیان کر دئے گئے ہیں، جن کے بعد ہمیں اس طرح کے ظنّی مسائل کی ضرورت نہیں رہتی ۔یعنی ان قواعد اور ضوبط کی طرف رجوع کرنے سے مسائل مستحدثہ کا حکم معلوم ہو جاتا ہے۔(اس مسئلہ می تفصیل بیان کرنے کی گنجائش اس مختصر سی کتاب میں نہیں ہے، کتاب "المسائل المستحدثۃ" میں ہم نے یہ بات تفصیل سے بیان کی ہے)۔

## 64۔ اجتھاد کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہے

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ: شریعت کے تمام مسائل میں اجتھاد کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہوا ہے۔ تمام صاحب نظر فقہاء مذکورہ بالا چار فقہی ماخذ سے احکام خداوندی کا استنباط کر سکتے ہیں جو استنباط کی قدرت نہیں رکھتے، اگرچہ انکی آراء سے بطور کامل مطابقت نہ رکھتی ہوں۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ: جو لوگ فقہ میں صاحب نظر نہیں ان کو ہمیشہ ایسے زندہ فقہاء کی طرف رجوع کرنا چاہئے جو زمانہ کے تقاضوں اور مسائل سے آگاہ ہوں ۔یعنی انکی تقلید کریں ۔فقہ ست نا بلد لوگوں کا فقہ کے ماہرین کی طرف رجوع کرنا ہمارے نزدیک ایک بدیہی ضرورت ہے۔ان فقہاء کو مرجع تقلید کہتے ہیں، اسی طرح ہم مردہ فقیہ کی تقلید ابتدائی طور پر جائز نہیں سمجھتے۔ لوگوں کو زندہ فقیہ کی تقلید کرنی چاہیئے تاکہ فقہ ہمیشہ ترقی اور تکامل کی طرف رواں دواں رہے۔

## 65۔قانون سازی کی ضرورت نہیں

ہمارا عقیدہ ہے کہ: اسلام میں قانونی خلا موجود نہیں ہے۔یعنی اسلام نے قیامت تک کے لوگوں کے لئے ضروری احکام بیان کر دئے ہیں، البتّہ گاہے خاص صورت میں اور کبھی ایک عام اور کلّی حکم کے ضمن میں ۔اسی وجہ سے ہمارے نزدیک فقہاء کو قانون سازی کا حق حاصل نہیں ۔بلکی ہم انکی ذمّہ داری سمجھتے ہیں کہ وہ مندرجہ بالا چار ماخذ سے احکام اخذ کریں اور سب کے سامنے رکھیں ۔کیا خود قرآن نے سورۂ مائدہ (جو پیغمبر اسلام (ص) پر نازل ہونے والی آخری سورت یا آخری سورتوں میں سے ایک

ہے)میں یہ نہیں فرمایا (الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا )یعنی آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتیں مکمل کر دی اور اسلام کو تمہارے دین کے طور پر قبول کر لیا (سورۂ مائدہ ،آیت 3)اگر اسلام تمام زمانوں اور ادوار کے لئے مکمل فقہی احکام کا حامل نہ ہو تو وہ کامل دین کیسے ہو سکتا ہے؟

کیا ہم پیغمبر اسلام صلّی اللہ علیہ وآلہ و سلّمکی یہ حدیث نہیں دیکھتے"یا ایّھا النّاس واللہ ما من شئی یقرّبکم من الجنّةو یباردکم عن النّار الّا وقد امرتکم به وما من شئی یقرّبکم من النّار و یباعدکم عن الجنّة الّا و قد نھیتکم عنه"یعنی اے لوگو ں؛ہر وہ چیز جو تمکو بہشت سے نزدیک کرتی ہے اور دوزخ کی آگ سے دور کرتی ہے میں نے تمہیں اس کا حکم دیا ہے اور ہر وہ چیز جو تمہیں جہنم کی آگ سے نزدیک کرتی ہے اور جنت سے دور کرتی ہے میں نے تمہیں اس سے روکا ہے۔(اصول کافی ،جلد2 صفحہ 72اور بحار الانوار ،جلد 67 صفحہ 96)۔

حضرت امام جعفر صادق (ع) کی ایک مشہور حدیث ہے "ما ترک علیّ شئیاالّا کتبه حتّیٰ ارش الخدش"یعنی حضرت علی (ع) نے اسلام کا کوئی حکم ایسا نہیں چھوڑاجسے آپ نے (حضور کے حکم سے اور آپ کے لکھوانے پر)لکھ نہ لیا ہو ۔یہاں تک کہ ایک معمولی سی خراش (کہ جو انسانی بدن پر آتی ہے) کی دیت بھی(جامع الاحادیث ،جلد اول ،صفحہ 18 حدیث 127،اسی کتاب میں اس سلسلہ کی اور بھی روایات مذکورہیں )۔

بنابریں ظن وگمان پر مبنی دلائل اور قیاس و استحسان کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔

## 66۔تقیہ اور اس کا فلسفہ

ہمارا عقیدہ ہے کہ:جب بھی انسان متعصب ،ہٹ دھرم اور غیر معقول افراد کے درمیان اس طرح پھنس جائے کہ ان کے درمیان اپنے عقیدہ کا اظہار اس کے لئے جانی یا مالی خطرہ کا باعث ہو اور عقیدہ کے اظہار کا کوئی خاص فائدہ بھی نہ ہو تو وہاں اس کی یہ ذمہ داری ہے کہ اپنے عقیدہ کا اظہار نہ کرے اور نہ اپنی جان گنوائے۔اس عمل کا نام "تقیہ " ہے۔ہم نے یہ بات قرآن مجید کی دو آیتوں اور عقلی دلیل سے اخذ کی ہے۔

قرآن مومن آل فرعون کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے ۔(وقال رجل مومن من آل فرعون یکتم ایمانه ا تقتلو ن رجلاان یقول ربّی اللہ و قد جآئکم بالبینآت من رّبکم ) )یعنی آل فرعون میں سے ایک مومن شخص نے جو اپنا ایمان چھپاتا تھا (موسیٰ(ع) کا دفاع کرتے ہوئے ) کہا :کیا تم اس مرد کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار خدا ہے؟حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے واضح دلائل لیکر آیا ہے۔(سورۂ مومن ،آیت 28)

ے کتم ایمانہ کا جملہ صریح الفاظ میں تقیہ کا مسئلہ بیان کر رہا ہے ۔کیا یہ درست تھا کہ مومن آل فرعون اپنا ایمان ظاہر کرتے اور اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے جبکی کوئی فائدہ بھی نہ ہوتا؟

صدر اسلام کے بعض مجاہد اور مبارز مومنین کو جو متعصب مشرکین کے چنگل میں پھنس چکے تھے، ان کو تقیہ کا حکم دیتے ہوئے قرآن یوں فرماتا ہے (لا یتخذ المومنون الکافرین اولیآء من دون المومنین و من یفعل ذٰلک فلیس من اللہ فی شئی الّا ان تتّقوا منھم تقاۃ ) یعنی با ایمان لوگ مومنین کو چھوڑ کر کافروں اور مشرکوں کو اپنا ولی اور دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کریگا اس کا خدا سے کوئی تعلق نہیں ہوگا مگر یہ کہ (تم خطرہ کے وقت) ان سے تقیہ کرو۔(سورۂ آل عمران، آیت 28)

بنابر ایں تقیہ (یعنی عقیدہ کو چھپانا) وہاں جائز ہے جہاں انسان کی جان، مال اور عزت کو متعصب اور ہٹ دھرم دشمنوں سے خطرہ ہو اور وہاں عقیدہ کے اظہار کا فائدہ بھی کچھ نہ ہو۔ ایسے موقعہ پر بلا وجہ انسان کو خطرہ میں ڈالنا اور افرادی قوّت کو ضائع کرنا صحیح اور معقول نہیں ہے۔ بلکہ اسے محفوظ رکھنا چاہئے تاکہ بوقت ضرورت کام آئے۔ اسی لئے حضرت امام جعفر صادق (ع) کی مشہور حدیث ہے۔ "التقیۃ ترس المومن" یعنی تقیہ مومن کی ڈھال ہے (وسائل، جلد 11 صفحہ 461 حدیث 6 باب 24۔ بعض احادیث میں "ترس اللہ فی الارض" یعنی زمین میں خدا کی ڈھال کے الفاظ مذکور ہیں۔)

یعنی ترس (ڈھال) کا استعمال اس لطیف نکتہ کی طرف اشارہ ہے کہ تقیہ دشمن کے مقابلہ میں دفاع کا ایک ذیعہ ہے۔

مشرکین کے مقابلہ میں عمار یاسر کے تقیہ کرنے اور پیغمبر اسلام (ص) کی طرف سے اس پر ان کی تائید فرمانے کا واقعہ بہت مشہور ہے۔(بہت سے مفسرین، مورّخین اور ارباب حدیث نے اپنی مشہور کتاب میں یہ حدیث بیان کی ہے ۔واحدی نے اسباب النزول میں اور طبری، قرطبی، زمخشری، فخر رازی، بیضاوی اور نیشاپوری نے اپنی تفسیر کی کتابوں میں، سورۂ نحل کی آیت 106 کے ذیل میں اسکا تذکرہ کیا ہے۔)

جنگ کے میدانوں میں دشمن سے اسلحہ اور سپاہیوں کو چھپانا اور جنگی رازوں کو مخفی رکھنا وغیرہ سب کے سب انسانی زندگی میں ایک قسم کا تقیہ ہیں۔ بہر حال جہاں حقیقت کا اظہار خطرہ کا یا نقصان کا باعث ہو اور اظہار کا کوئی فائدہ بھی نہ ہو وہاں تقیہ کرنا (یعنی چھپانا) ایک عقلی اور شرعی حکم ہے جس پر نہ فقط شیعہ بلکہ دنیا کے تمام مسلمان، بلکہ دنیا کے تمام عقلاء ضرورت کے وقت عمل پیرا ہوتے ہیں ۔

اس کے باوجود تعجب خیز بات یہ ہے کہ بعض لوگ تقیہ کو شیعوں اور مکتب اہل بیت کے ساتھ مختص سمجھتے ہیں اور اسے ان کے خلاف ایک اہم اعتراض کے طور پر پیش کرتے ہیں ۔حالانکہ بات بالکل واضح ہے۔ تقیہ کا سرچشمہ قرآن، سنّت، نبی (ص) کے صحابہ کی سیرت اور دنیا کے تمام عقلاء کا طرز عمل ہے۔

## 67۔ تقیہ کہاں حرام ہے؟

ہمارا عقیدہ ہے کہ:مذکورہ بدگمانیوں کی وجہ ،شیعہ عقائد سے نا آگاہی یا شیعہ دشمن عناصر سے شیعہ عقائد اخذ کرنے کا عمل ہے۔ہمارا خیال ہے کہ مذکورہ بالا وضاحت سے بات مکمل طور پر صاف ہو گئی ہو گی۔

البتہ اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بعض جگہوں پر تقیہ حرام ہے۔یہ وہاں ہے جہاں تقیہ کرنے سے دین، اسلام اور قرآن کی بنیاد یا اسلامی نظاموں کو خطرہ لاحق ہو جائے ۔ایسی جگہوں پر عقیدہ کا اظہار ضروری ہے۔اگرچہ انسان اس اظہار عقیدہ کی وجہ سے جان سے ہی ہاتھ دھو بیٹھے ۔ہمارا عقیدہ ہے کہ عاشورہ کے دن کربلا میں امام حسین علیہ السلام نے اسی نظرئے پر عمل کیا کیونکہ بنی امیہ کے حکمرانوں نے اسلام کی اساس کو خطرہ میں ڈال دیا تھا۔امام حسین علیہ السلام کے قیام نے ان کے کرتوتوں کا پردہ چاک کردیا اور اسلام کو خطرہ سے بچا لیا۔

68۔ اسلامی عبادات قرآن و سنت نے جن عبادتوں پر زور دیا ہے ہم ان پر عقیدہ رکھتے ہیں اور ان کے پابند ہیں ، مثلا نماز پنجگانہ جو خالق اور مخلوق کے درمیان رابطہ کی کڑی ہے ۔اسی طرح رمضان المبارک کے روزے جو ایمان کی تقویت ،تزکیہ نفس اور تقویٰ کا بہترین ذریعہ ہے اور نفسانی خواہشات کے ساتھ مقابلہ کا ہتھیار ہیں۔

ہم صاحب استطاعت افراد پر زندگی میں ایک بار حج خانہ خدا کو واجب سمجھتے ہیں جو تقویٰ اختیار کرنے اور باہمی محبت کے بندھنوں کو مضبوط کرنے کا ایک موثر ذریعہ ہے نیز مسلمانوں کی عزت کا باعث ہے ۔ہم زکات المال ، خمس ، امر بالمعروف ، نہی عن المنکر نیز اسلام اور مسلمانوں پر حملہ ور ہونے والوں کے خلاف جہاد کو بھی مسلمات میں شمار کرتے ہیں ۔

ہمارے اور بعض دوسرے اسلامی فرقوں کے درمیان ان مسائل کے بعض جزئیات میں اختلاف ہے ، بالکل اسی طرح جس طرح اہل سنت کے چار فرقے بھی عبادات میں اور دوسرے احکامات میں ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں ۔

## 69۔دو نمازوں کو ساتھ پڑھنا

ہمارا عقیدہ ہے کہ: نماز ظہر و عصر یا مغرب و عشاء کو ایک ساتھ پڑھنا جائز ہے(اگرچہ انہیں انہیں الگ الگ وقت میں پڑھنا افضل اور بہتر ہے) ہمارا عقیدہ ہے کہ :نبی اکرم (ص)کی طرف سے دو نمازوں کو جمع کرنے کی اجازت ان لوگوں کی حالت کے پیش نظر ہے جو مشکلات سے روبرو ہیں۔

صحیح ترمزی میں ابن عباس سےیوں منقول ہوا ہے کہ''جمع رسول اللہ (ص)بین الظھر والعصر و بین المغرب والعشاء بالمدینةمن غیر خوف والمطر،قال تقول لابن عباس ما اراد بذٰلک ؟قال اراد ان لا یحرج امته''یعنی مدینہ میں پیغمبر اسلام (ص) نے ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازیں بھی اکٹھی پڑھیں حالانکہ نہ کوئی خطرہ تھا اور نہ بارش تھی ۔ابن عباس سے دریافت کیا گیا کہ اس کام سے آنحضرت کا کیا مقصد تھا ؟تو اس نے جواب دیا تاکہ اپنی امت کو مشکل میں نہ ڈالیں(یعنی جس مقام پر دو نوں نمازوں کو ایک ساتھ پڑھنا زحمت کا باعث ہو وہاں اس اجازت سے فائدہ اٹھایا جائے)(سنن ترمزی ،جلد ا صفحہ 354 باب 138 اور سنن بیہقی،جلد 3 صفحہ 67۔)

خاص کر موجودہ دور میں جب کہ معاشرتی زندگی خاص کر کارخانوں اور مصروف صنعتی مراکز میں بڑی پیچیدہ شکل اختیار کر چکی ہے اور پانچ الگ الگ اوقات میں نماز کی پابندی کی شرط کے باعث بعض لوگوں نے نماز کو بالکل ہی چھوڑ دیا ہے ۔پیغمبر اسلام (ص) نے یہ جو اجازت عطا فرمائی ہے اس سے استفادہ کرتے ہوئے نماز کو زیادہ پابندی سے ادا کیا جا سکتا ہے۔

## 70۔خاک پر سجدہ

ہمارا عقیدہ ہے کہ :مٹی یا زمین کے دوسرے اجزاء پر سجدہ کرنا چاہئے یا ان چیزوں پر جو زمین سے اگتی ہوں جیسے درختوں کے پتے اور لکڑی نیز دیگرپودوں پر سوائے ان چیزوں کے جو کھائی جاتی ہیں یا پہننے کے کام آتی ہیں۔

لہٰذا قالین وغیرہ پر سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔ہم مٹی پر سجدہ کرنے کو سب چیزوں پر ترجیح دیتے ہیں ،اسی لئے آسانی کی وجہ سے بہت سے شیعہ سانچے میں ڈھلے ہوئے پاک مٹی کا ایک ٹکڑا اپنے پاس رکھتے ہیں جسے سجدہ گاہ کہتے ہیں اور اس پر سجدہ کرتے ہیں ۔یہ پاک بھی ہے اور مٹی بھی۔

اس سلسلہ میں ہماری دلیل نبی اکرم (ص)کی یہ مشہور حدیث ہے۔-''جعلت لی الارض مسجدا و طھورا''ہم یہاں لفظ مسجد کو ''سجدہ کی جگہ'' کے معنی میں لیتے ہیں ۔یہ حدیث اکثر کتب صحاح اور دوسری کتابوں میں نقل ہوئی ہے۔(بخاری نے اپنی صحیح میں جابر بن عبد اللہ انصاری سے باب التیمم (جلد ا صفحہ 91)میں ،نسائی نے اپنی صحیح میں جابر بن عبد اللہ انصاری سے باب

التیمم بالصعید میں اسے ذکر کیا ہے۔ مسند احمد میں یہ حدیث ابن عباس سے منقول ہے ۔دیکھئے جلد 1 صفحہ 301 ، شیعہ کتب میں بھی پیغمبر اکرم (ص) سے یہ روایت مختلف اسناد کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔

ممکن ہے یہ کہا جائے کہ اس حدیث میں مسجد سے مراد سجدہ کی جگہ نہیں ہے بلکہ اس سے مراد نماز کی جگہ ہے۔ اور یہ ان لوگوں کے عمل کی نفی کرتی ہے جو صرف ایک مخصوص مقام پر نماز پڑھتے ہیں ۔ لیکن اس بات کے پیش نظر کہ یہاں طہور یعنی "تے مم کی مٹی "کی بات آئی ہے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہاں اس مسجد سے مراد سجدہ کی جگہ ہے۔یعنی زمین کی مٹی طہور بھی ہے اور سجدہ کرنے کی جگہ بھی۔

اس کے علاوہ آئمہ اہل بیت علیہم السلام سے بہت سی روایات منقول ہیں جن میں مٹی اور پتھر وغیرہ کو سجدہ کی جگہ قرار دیا گیا ہے۔

## 71۔ انبیاء اور آئمہ (ع) کے مزاروں کی زیارت

ہمارا عقیدہ ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، آئمہ اہل بیت علیہم السلام ، عظیم علماء ، دانشمندوں اور راہ حق کے شہیدوں کے مزارات کی زیارت سنت موکدہ ہے۔

اہل سنت کی کتابوں میں نبی اکرم (ص) کے روضہ مبارک کی زیارت کرنے کے بارے میں بے شمار روایات موجود ہیں ۔ شیعہ کتابوں میں بھی یہ بات مذکور ہے۔ اگر ان روایتوں کو اکٹھا کر دیا جائے تو ایک الگ کتاب بن سکتی ہے۔(ان روایات سے آگاہی حاصل کرنے ، اسی طرح زیارت کے سلسلہ میں بزرگوں کے کلمات اور حالات دیکھنے کے لئے الغدیر ، جلد5 ، صفحہ 93 تا 207 کی طرف رجوع کریں ۔)

ہر دور میں تمام بڑے علماء اور لوگوں کے طبقوں نے اس کو اہمیت دی ہے۔ کتابیں ان لوگوں کے تذکروں سے بھری پڑی ہیں۔جو رسول اکرم (ص) یا دوسرے بزرگوں کے مزاروں کی زیارت کے لئے جاتے تھے۔(ان روایات سے آگاہی حاصل کرنے نیز زیارت کے بارے میں بزرگوں کے اقوال اور حالات کے مطالعہ کے لئے سابقہ ماخذ کی طرف رجوع کریں۔) بہر حال یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس مسئلہ پر تمام مسلمانوں کا اجماع اور اتفاق ہے۔

یہ بات واضح ہے کہ زیارت اور عبادت کے درمیان فرق کو نہیں بھولنا چاہیئے ۔ عبادت و پرستش خدا کے لئے مخصوص ہے جبکہ زیارت کا مقصد بزرگان دین کا احترام ، ان کی یاد کو زندہ رکھنا اور خدا کے حضور ان سے شفاعت طلب کرنا ہے۔یہاں تک کہ بعض روایات کے مطابق آنحضرت (ص) اہل قبور کی زیارت کے لئے جنت البقیع جاتے اور ان کے لئے رحمت اور مغفرت کی دعا فرماتے تھے۔(یہ روایات صحیح مسلم ، ابو داؤد ، نسائی ، مسند احمد ، صحیح ترمذی اور سنن بیہقی میں دیکھی جا سکتی ہیں۔)

بنابر ایں اسلامی فقہ کے نقطۂ نظر سے اس کام کے جواز میں کسی شخص کو شک نہیں کرنا چاہیئے ۔

## 72۔مراسم عزاداری کا فائدہ

ہمارا عقیدہ ہے کہ-:شہدائے اسلام بالخصوص شہیدان کربلا کی عزاداری اور ان کا سوگ منانے کا مقصد ان کی یاد کو زندہ رکھنا اور اسلام کی راہ میں ان کی قربانیوں کا پرچار ہے۔اسی لئے ہم مختلف دنوں بالخصوص عاشور کے ایام (محرم کے پہلے دس دن)میں عزا داری مناتے ہیں جو رسول کی بیٹی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور حضرت علی علیہ السلام کے لخت جگر ،بہشت کے جوانوں کے سردار("الحسن والحسین سیدا شباب اهل الجنة"حسن اور حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔یہ حدیث صحیح ترمذی جلد 2 صفحہ 307،309، میں ابو سعید خدری اور حذیفہ سے منقول ہے۔نیز صحیح ابن ماجہ باب فضائل اصحاب رسول اللہ (ص) مستدرک الصحیحین ،حلیۃالاولیاء ،تاریخ بغداد ، اصابۃ ابن حجر ،کنز العمال ،ذخائر اعقبی اور دوسری بہت سی کتابوں میں مذکور ہے۔)امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے ایام ہیں۔ہم ان کی زندگی اور ان کے کارناموں کا ذکر کرتے ہیں ، ان کے اہداف پر بحث کرتے ہیں اور ان کی پاک روحوں پر درود و سلام بھیجتے ہیں ۔

ےزید ایک فاجر،خود سر اور اسلام سے بیگانہ شخص تھا ۔ لیکن بد قسمتی سے اسلامی خلافت پر قابض تھا ۔امام حسین علیہ السلام نے سن 61 ہجری میں اس کے خلاف قیام کیا۔اگرچہ وہ اور ان کے تمام ساتھی عراق میں کربلا نامی سرزمین پر شہید کر دئے گئے اور انکی خواتین قیدی بنا لی گئیں لیکن انکے خون نے اس دور کے تمام مسلمین میں ایک حیرت انگیزجزبہ اور ولولہ پیدا کر دیا۔بنی امیہ کے خلاف ےکے بعد دیگر بغاوتیں ہونے لگیں۔ان بغاوتوں نے بنی امیہ کے ظلم و ستم کے ایوانوں کو ہلا کر رکھ دیا ۔آخر کار انکا ناپاک وجود ختم ہو گیا ۔قابل توجہ بات یہ ہے کہ واقعہ عاشورہ کے بعد بنی امیہ کی حکومت کے خلاف جتنی بغاوتیں ہوئیں سب کا عنوان "الرضا لآل محمد "اور "یالثارات الحسین "کے نعرے تھے ۔یہاں تک کہ ان میں سے بعض نعرے تو بنی عباس کے ابتدائی دورر حکومت میں بھی بلند ہوتے رہے۔(ابو مسلم خراسانی جس نے عباسی حکومت کا خاتمہ کیا،اس نے مسلمانوں کی بعد ہم دردیاں حاصل کرنے کے لئے الرضا لآل محمد کا نعرہ لگایا ۔کامل ابن اثیر ،جلد5 صفحہ 372۔توابین کا قیام بھی "یا لثارات الحسین " کے نعرہ سے شروع ہوا۔الکامل ،جلد4 صفحہ 175 ۔مختار ابن ابو عبیدہ ثقفی کا قیام بھی اسی نعرہ کے ساتھ ہوا تھا،جلد 4 صفحہ288۔بنی عباس کے خلا ف جن لوگوں نے قیام کیا ان میں سے ایک حسین ابن علی شہیدفتح ہیں۔انہوں نے اپنا مقصد ایک جملے میں اس طرح بیان کیا ۔"و ادعوکم الیٰ الرضا من آل محمد "یعنی مین تمہیں آل محمد کی خوشنودی حاصل کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔مقاتل الطالبین ، صفحہ 299 اور تاریخ طبری ،جلد 8 صفحہ194)

امام حسین علیہ السلام کا خونچکاں قیام آج ہم شیعوں کے لئے ہر قسم کی استبدادیت یا سینہ زوری اور ظلم و ستم کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک نمونۂ عمل اور لائحہ عمل کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ "ھیھات منّا الذلّۃ" (ہم ہرگز ذلت قبول نہیں کرتے) اور "انّ الحیاۃ عقیدۃ و جھاد" (زندگی ایمان اور جھاد ہے) کے نعروں نے، جو کربلا کی خونین تحریک کا عطیہ ہے ہماری ہمیشہ مدد کی ہے تاکہ ہم ظالم اور جابر حکومتوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور سید الشہداء امام حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی پیروی کرتے ہوئے ظالم کے شر کو دفع کریں۔ (انقلاب اسلامی جمہوریہ ایران میں یہ نعرہ ہر طرف دکھائی دیتے ہیں)۔

مختصر یہ کہ شہدائے اسلام خاص کر شہدائے کربلا کی یاد تازہ کرنے سے ہمارے اندر عقیدہ اور ایمان کی راہ میں شہادت، ایثار، شجاعت اور فداکاری کا جزبہ ہمیشہ بیدار رہتا ہے۔ یہ ہمیں عزت سے زندہ رہنے اور ظلم کے آگے سر نہ جھکانے کا درس دیتا ہے۔ یہ ہے ان واقعات کو زندہ رکھنے اور ہر سال عزاداری کا سلسلہ باقی رکھنے کا فلسفہ۔

ممکن ہے بعض لوگوں کو معلوم نہ ہو کہ ہم عزاداری کے مراسم میں کیا کرتے ہیں اور وہ اسے ایک ایسا تاریخی واقعہ سمجھے کہ جس پر عرصہ سے فراموشی کی گرد و غبار پڑی ہو۔ لیکن ہم خود جانتے ہیں کہ ان واقعات کی یاد زندہ رکھنے سے ہمارے کل، آج اور آئندہ کی تاریخ پر کیا اثرات مترتب ہوئے ہیں اور ہوں گے۔

غزوہ احد کے بعد سید الشہداء حضرت حمزہ پر پیغمبر اکرمؐ (ص) اور مسلمانوں کے سوگ منانے کا واقعہ تاریخ کی سب مشہور کتابوں میں درج ہے۔ رسول اکرم (ص) انصار کے ایک گھر کے پاس سے گزر رہے تھے۔ آپ (ص) نے گریہ اور نوحہ کی آواز سنی۔ آپ کی آنکھیں بھی برسنے لگی اور چہرۂ اقدس سے آنسوں بہنے لگے۔ آپ (ص) نے فرمایا: لیکن حمزہ پر کوئی رونے والا نہیں ہے۔ سعد بن معاز نے جب یہ بات سنی تو وہ قبیلہ بنی عبد الاشہل کے بعض لوگوں کے پاس گئے اور انکی عورتوں کو حکم دیا: آنحضرت (ص) کے چچا کے گھر جاؤ اور سید الشہداء حمزہ کا سوگ مناؤ (کامل ابن اثیر، جلد 2 صفحہ 163 و سیرہ ابن ہشام، جلد 3 صفحہ 104)۔

واضح ہے کہ یہ کام حضرت حمزہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ باقی تمام شہداء کے معاملہ میں بھی اس پر عمل کرنا چاہئے۔ ہمیں چاہئے کہ موجودہ اور آئندہ نسلوں کے لئے انکی یاد زندہ رکھیں اور اس طریقہ سے مسلمانوں کی رگوں میں نیا خون دوڑاتے رہیں۔ اتفاقا آج جب کہ میں یہ سطور تحریر کر رہا ہوں عاشورہ کا دن ہے (10 محرم الحرام 1412 ہجری)۔

آج پورے عالم تشیع میں سچ مچ ایک عظیم ولولہ موجزن ہے۔ جوان، نوجوان اور بوڑھے سب مل کر سیاہ کپڑے پہنے ہوئے امام حسین (ع) اور شہداء کربلا کا سوگ منا رہے ہیں۔ ان سب کے دلوں اور ذہنوں میں ایک ایسا انقلاب برپا ہے کہ اگر انہیں اسلام کے دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لئے کہا جائے تو سب اسلحہ اٹھا کر میدان میں اتر جائیں گے اور کسی قسم کی قربانی اور جاں

نثاری سے دریغ نہیں کریں گے۔ گویا سب کی رگوں میں شہادت کا خون دوڑ رہا ہے اور اس وقت اور اس گھڑی حضرت امام حسین (ع) اور ان کے ساتھیوں کو اسلام کی قربان گاہ کربلا میں اپنے سامنے دیکھ رہے ہیں۔

ان پر شکوہ مراسم میں جو ولولہ انگیز اشعار پڑھے جاتے ہیں وہ استعمار اور استکبار کے خلاف دندان شکن نعروں سے بھرے ہوئے ہیں ۔ ہم ظلم کے سامنے نہ جھکنے اور ذلت کی زندگی پر عزت کی موت کو ترجیح دینے کا اعلان کر رہے ہیں ۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ : یہ ایک عظیم معنوی سرمایہ ہے جس کی حفاظت کرنی چاہیئے اور اسلام ، ایمان اور تقویٰ کی بقا کے لئے اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

## 73۔ متعہ

ہمارا عقیدہ ہے کہ:وقتی شادی ایک شرعی کام ہے جسے اسلامی فقہ میں "متعہ" کہتے ہیں ۔شادی دو قسم کی ہے ایک دائمی شادی جس میں وقت معین نہیں ہوتا اور دوسری متعہ جس کی مدت طرفین کے توافق سے معین ہوتی ہے۔

یہ شادی دائمی شادی کے ساتھ بہت سے مسائل میں مشابہت رکھتی ہے ۔مثلا حق مہر، عورت کا ہر مانع سے خالی ہونا وغیرہ، نیز اس شادی سے پیدہ ہونے والے بچے انہی احکام کے حامل ہیں جو دائمی شادی سے پیدہ ہونے والے بچے رکھتے ہیں ۔جدائی کے بعد عدت پوری کرنے کا مسئلہ مشترک ہے۔یہ سب چیزیں ہمارے نزدیک مسلم ہیں ۔دوسرے لفظوں میں متعہ اپنی تمام خصوصیات کے ساتھ ایک قسم کی شادی ہے۔البتہ دائمی نکاح اور متعہ میں کچھ فرق بھی ہیں اور وہ یہ کہ متعہ میں عورت کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں ہے اور میاں بیوی ایک دوسرے کی میراث کے حقدار نہیں ہوں گے۔(لیکن ان کے بچے والدین اور ایک دوسرے کی میراث کے حقدار ہوں گے )۔

بہر حال ہم نے یہ حکم قرآن مجید سے لیا ہے ،جو فرماتا ہے کہ (فما استمتعتم به منهنّ فاتوهنّ اجورهنّ فريضة )یعنی جن عورتوں سے تم متعہ کرتے ہوں ان کا حق مہر تم کو ادا کرنا ہوگا (سورۂ نساء آیت 24)بہت سے مشہور محدثین اور عظیم مفسرین نے تصریح کی ہے کہ یہ آیت متعہ کے متعلق ہے ۔

تفسیر طبری میں اس آیت کے ذیل میں متعہ سے متعلق بہت سی احادیث بیان کی گئی ہیں،جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت متعہ کے بارے میں ہے اور پیغمبر اکرم (ص) کے بہت سے صحابیوں نے اس پر گواہی دی ہے ۔(تفسیر طبری ،جلد5 صفحہ 9)

تفسیر الدرّالمنثور اور سنن بیہقی میں بھی اس سلسلہ میں بہت سی روایات نقل کی گئی ہیں ۔(الدر المنثور،جلد2 صفحہ 140 اور سنن بیہقی جلد7صفحہ 206)

صحیح بخاری ، مسند احمد، صحیح مسلم اور دوسری بہت سی کتابوں میں ایسی احادیث موجودہیں ،جو نبی اکرم (ص) کے دور میں متعہ کی موجودگی پر دلیل ہیں ، اگرچہ اسکی مخالف روایات بھی موجودہیں۔(مسند احمد،جلد4 صفحہ 426، صحیح بخاری ،جلد7صفحہ 16 اور صحیح مسلم ،جلد2 صفحہ 1033،باب نکاح المتعہ)

بعض سنای فقہاء قائل ہیں کہ نبی اکرم (ص) کے دور میں نکاح متعہ رائج تھا ۔ اس کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا ،جبکہ نعض یہ کہتے ہیں کہ یہ حکم آنحضرت (ص) کی زندگی کے آخر تک باقی تھا اور جناب عمر نے یہ حکم منسوخ کیا۔ حضرت عمر کا یہ قول "'متعتان كانتا علىٰ عهد رسول الله و انا احرمهما و اعاقب عليها:متعةالنسآء و متعة الحجّ"'یعنی پیغمبر اکرم کے دور میں دو متعہ جائز تھے اور میں انہیں حرام قرار دیتا ہوںٓاور ان پر سزا دوں گا ۔ان میں سے ایک عورتوں سے متعہ اور دوسرا متعۃالحج (حج کی ایک خاص قسم )ہے۔(یہ حدیث اسی عبارت یا اس سے ملتی جلتی عبارت کے ساتھ سنن بیہقی،جلد7صفحہ 206 اور دوسری بہت سی کتابوں میں

آئی ہے "الغدیر" کے مصنف نے کتب صحاح اور مسند ست 25 احادیث نقل کی ہیں، جو یہ بتاتی ہیں کہ اسلامی شریعت میں متعہ حلال ہے اور پیغمبر اکرم (ص)، خلیفہ اول اور حضرت عمر کے دور کے کچھ حصہ میں اس پر عمل ہوتا رہا ہے۔پھر خلیفہ دوم نے اپنی عمر کے آخری دور میں اس پر پابندی لگا دی ۔ الغدیر جلد 3 صفحہ 332)

اس بات میں شک نہیں ہے کہ بہت سے دوسرے احکام کی طرح اس اسلامی حکم میں بھی اہل سنت کے راویوں کے درمیان اختلاف ہے۔بعض اس بات کے قائل ہیں کہ یہ نبی اکرم (ص) کے دور میں نسخ ہو چکا ہے ۔بعض خلیفہ دوم کے دور میں اس کے نسخ کے قائل ہیں اور بعض مکمل طور پر اسکا انکار کرتے ہیں ۔ فقہی مسائل میں اس طرح کا اختلاف موجود ہے، لیکن شیعہ فقہاء میں اسکے جائز ہونے پر اتفاق رائے ہے۔وہ کہتے ہیں کہ یہ آنحضرت (ص) کے دور میں نسخ نہیں ہوا اور آنحضرت (ص) کی رحلت کے بعد نسخ نا ممکن ہے۔

بہر حال میرا عقیدہ ہے کہ:اگر متعہ سے غلط استفادہ نہ کیا جائے تو یہ ان جوانوں کے سلسلہ میں بعض معاشرتی ضروریات کو پورا کر سکتا ہے جو دائمی شادی نہیں کر سکتے۔یا جو تجارتی، اقتصادی، تعلیمی یا دیگر وجوہات کے باعث کچھ عرصہ کے لئے اپنے گھر والوں سے دور رہتے ہیں ۔متعہ کی مخالفت اس طرح کے افراد میں برائی کا راستہ کھول دے گی۔خاص کر ہمارے دور میں جس میں مختلف اسباب کی وجہ سے دائمی نکاح کی عمر بڑھ گئی ہے اور دوسری طرف سے جنسی شہوت کو ابھارنے والے اسباب بہت زیادہ ہو چکے ہیں۔ اگر اس راستہ پر پابندی لگا دی جائے تو یقینی طور پر برائی کا راستہ کھل جائے گا ۔

ہم یہ بات دوبارہ دہراتے ہیں کہ ہم اسلامی حکم سے ہر طرح کے غلط استفادہ کرنے، اسے شہوت پرست افراد کے ہاتھ کا کھلونا قرار دینے اور عورتوں کو بدکاری کی طرف دھکیلنے کے مخالف ہیں۔ لیکن کسی قانون سے بعض شہوت پرست افراد کے غلط فائدہ اٹھانے کے بہانے خود اس قانون پر پابندی نہیں لگنی چاہئے بلکہ اس کے غلط استعمال پر پابندی لگنی چاہئے۔

## 74۔ تاریخ تشیع

ہمارا عقیدہ ہے کہ:تشیع کی بنیاد پیغمبر کے دور میں آنحضرت کی احادیث کے باعث پڑی ۔ اس مطلب پر ہمارے پاس بڑے واضح ثبوت موجود ہیں ۔

بہت سے مفسرین نے اس آیت کریمہ (انّ الّذین آمنوا وعملوا الصالحات اولٓئک هم خیر البریة )یعنی جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے وہ (خدا کی ) بہترین مخلوق ہیں ( سورئہ بینة ،آیت 7) کے ذیل میں پیغمبر اکرم (ص) کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ اس سے مراد حضرت علی علیہ السلام اور ان کے شیعہ ہیں ۔

نشہور مفسر سیوطی نے درالمنثور میں ابن عساکر سے اور اس نے اجبر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ ہم پیغمبر اکرم (ص) کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ علی (ع) ہماری طرف آئے ۔جب آنحضرت (ص) کی نگاہ ان پر پڑی تو آپ نے فرمایا۔ "والّذینفسی بیدہ انّ ھٰذا و شیعته هم الفائزون یوم القیامة" "یعنی اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، بے شک یہ اور اسکے شیعہ ہی قیامت کے دن کامیاب ہیں۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی (انّ الّذین آمنوا وعملوا الصالحات اولٓئک هم خير البرية ) اس کے بعد جب حضرت علی علیہ السلام جب اصحاب کی محفل میں آتے تھے تو وہ یہ کہتے تھے "جاء خیر البریۃ" "خدا کی مخلوق کی سب سے بہترین فرد آگئی۔ (الدر المنثور، جلد 6 صفحہ 279)

"ابن عباس "۔ "ابو حریرہ "، "ابن مردویہ " اور "عطیہ عوفی" سے بھی یہی بات (مختصر سے فرق کے ساتھ) منقول ہے۔ (مزید معلومات کے لئے پیام قرآن جلد 9 صفحہ 279 اور ما بعد کی طرف رجوع کریں)۔

ہم یہ دیکھتے ہیں کہ علی (ع) سے محبت رکھنے والوں کے لئے لفظ "شیعہ" کا انتخاب نبی اکرم (ص) کے دور میں ہی ہو گیا تھا ۔ یہ نام انہیں پیغمبر اکرم (ص) نے عطا کیا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ عصر خلفاء یا عصر صفویہ میں انہیں یہ نام ملا ہو۔

اگر چہ ہم دوسرے اسلامی فرقوں کا احترام کرتے ہیں اور انکے ساتھ ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں اور ایک ہی وقت میں ایک ہی جگہ پر حج ادا کرتے ہیں اور اسلام کے مشترکہ اہداف کے لئے تعاون کرتے ہیں، لیکن اس کے باوجود ہمارا عقیدہ ہے کہ علی (ع) کے ماننے والے بعض خصوصیات کے حامل ہیں اور ان پر نبی اکرم (ص) کی خاص توجہ اور نظر کرم تھی۔ اسی لئے ہم نے اس مکتب کی پیروی اختیار کی ہے۔

شیعوں کے بعض مخالفین اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ مذہب شیعہ اور عبد اللہ ابن سبا کے درمیا رابطے کی کڑیاں ملائیں ۔ اور وہ ہمیشہ یہ بات کہتے ہیں کہ شیعہ عبداللہ ابن سبا کے پیرو کار ہیں جو حقیقت میں یہودی تھا اور بعد میں اسلام لایا تھا۔ یہ بات بہت ہی عجیب ہے کیونکہ شیعوں کی تمام کتابوں کا جائزہ لینے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس مذہب کے ماننے والے اس شخص سے ذرہ برابر لگاؤ نہیں رکھتے ۔ اس کے بر عکس شیعوں کی تمام رجالی کتابوں میں عبد اللہ ابن سبا کو ایک گمراہ اور منحرف شخص قرار دیا گیا ہے ۔ ہماری بعض روایتوں کے مطابق حضرت علی (ع) نے اس کے مرتد ہونے کی وجہ سے اسکے قتل کا حکم جاری کر دیا تھا ("تنقیح المقال فی علم الرجال "عبد اللہ ابن سبا کے ذکر میں اور علم رجال میں شیعوں کی دیگر مشہور و معروف کتب کی طرف رجوع کریں)۔

علاوہ ازیں تاریخی حوالے سے عبد اللہ ابن سبا کا وجود ہی مشکوک ہے ۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ عبد اللہ ابن سبا ایک فرضی اور افسانوی شخصیت ہے اور اس نام کا شخص حقیقت میں موجود نہیں تھا۔ چہ رسد باین کہ وہ مذہب شیعہ کا بانی ہو۔ (کتاب عبد

اللہ ابن سبا، مصنفہ علامہ مرتضیٰ عسکری)بالفرض اگر ہم اس کو ایک فرضی انسان نہ بھی سمجھیں تب بھی ہماری نظر میں وہ ایک گمراہ اور منحرف شخص تھا۔

## 75۔ شیعیت کے مراکز

یہ نکتہ اہمیت کا قابل ہے کہ شیعوں کا مرکز ہمیشہ ایران نہیں رہا بلکہ اسلام کی ابتدائی صدیوںمیں ہی اس کے متعدد مراکز تھے جن میں کوفہ، یمن اور خود مدینہ بھی شامل ہیں۔شام میں بنی امیہ کے زہریلے پرپگینڈہ کے باوجود بھی شیعوں کے بہت سے مراکز موجود تھے، اگرچہ ان کی وسعت عراق میں موجود شیعہ مراکز کے برابر نہ تھی۔

مصر کی وسیع سرزمین میں بھی ہمیشہ شیعوں کی مختلف جماعتیں آتی رہی ہیں ۔یہاں تک کہ فاطمی خلفاء کے دور میں تو مصر کی حکومت بھی شیعوں کے ہاتھ میں تھی۔(بنی عباس کے دور میں شام کے شیعہ ہول ناک دباؤ کا شکار تھے ۔بنی عباس کے دور میں انہیں آرام نصیب نہیں ہوا۔یہاں تک کہ ان میں سے بہت سے لوگ بنی امیہ اور بنی عباس کے زندانوں میں چل بسے۔ کچھ لوگ مشرق کی طرف چلے گئے اور بعض مغرب کی طرف۔ ادریس بن عبداللہ بن حسن مصر چلے گئے اور وہاں سے مراکش چلے گئے ۔مراکش کے شیعوں کی مدد سے انہوں نے ادریسی سلسلہ حکومت کی بنیاد رکھی جو دوسری صدی کے آخر سے لیکر چوتھی

صدی کے آخر تک قائم رہی اور مصر میں شیعوں کی ایک اور حکومت بنی ۔یہ لوگ اپنے کو امام حسین علیہ السلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بیٹی حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی اولاد کہتے تھے ۔مصر کے لوگوں میں ایک شیعی حکومت کی تشکیل کے لئے آمادگی پاکر انہوں نے یہ کام کیا ۔چوتھی صدی ہجری ست باقاعدہ طورپر خلفاء کی کل تعداد چودہ ہے۔ان میں سے دس خلفاء کا مرکزحکومت مصر تھا۔تقریبا تین صدیوں تک انہوں نے مصر اور افریقہ کے دوسرے علاقوں میں حکومت کی ۔مسجد جامع الازہر اور الازہریونیورسٹی انہوں نے بنائی ۔فاطمیوں کا نام فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے ماخوز ہے ۔دیکھئے دائرۃالمعارف دہخدا ،دائرۃ المعارف فرید وجدی، المنجدفی الاعلام، لفظ "فطم" و"زہر"۔

اب بھی دنیا کے مختلف ملکوں میں شیعہ مسلمان موجودہیں ۔مثلا سعودی عرب کے مشرقی علاقہ میں شیعوں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے اور دیگر اسلامی فرقوں سے ان کے اچھے تعلقات ہے۔اگرچہ اسلام کے دشمنوں کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ شیعہ مسلمانوں اور دوسرے مسلمانوں کے درمیان دشمنی، عداوت، بدنیّتی اور غلط فہمیوں کے بیج بوئیں، ان کے درمیان اختلاف اور جھگڑے کی آگ بھڑکائیں اور دونوں کو کمزور کرتے چلے جائیں ۔

بالخصوص آج جب کہ اسلام، مادیت کے علم بردار مشرق و مغربی طاقتوں کے مقابلہ میں عالم گیر طاقت کے طورپر ابھر رہا ہے اور دنیا کے لوگوں کو جومادی تہذیبوں سے مایوس ہو گئے ہیں اپنی طرف متوجہ کر رہا ہے۔اسلام کے دشمنوں کی امیدوں کا سب سے

بڑا سہارا یہ ہے کہ مسلمانوں کی طاقت کو کمزور کرنے اور دنیا میں اسلام کی بڑھتے ہوئے اثرات کو روکنے کے لئے مذہبی اختلاف پھیلائیں اور مسلمانوں کو آپس میں الجھا دیں ۔ بے شک اگر تمام اسلامی فرقوں کو ماننے والے بیدارا ور آگاہ رہیں تو اس خطرناک سازش کا سامنہ کر سکتے ہیں ۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ اہل سنت کی طرح شیعوں کے بھی مختلف فرقے ہیں ۔ لیکن سب سے مشہور اور معروف شیعہ اثناء عشری ہیں جن کی تعداد دنیا کے شیعوں میں سب سے زیادہ ہے ۔۔ اگرچہ شیعوں کی صحیح تعداد اور دنیا کے مسلمانوں میں انکا تناسب واضح نہیں ہے لیکن کچھ اعداد و شمار کے مطابق ان کی تعداد بیس کروڑ کے لگ بھگ ہے ، جو دنیا کی مسلم آبادی کا تقریبا چوتھا حصہ ہے۔

## 76۔ میراث اہل بیت

اس مکتب فکر کے ماننے والوں نے آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے ذریعہ پیغمبر اکرم (ص) کی بہت سی احادیث نقل کی ہیں نیز حضرت علی (ع) اور دوسرے اماموں سے بھی بہت زیادہ روایات نقل کی ہیںجو آج شیعی تعلیمات اور فقہ کے بنیادی ماخذ میں سے ایک ماخذ ہے۔ ان احادیث پر مشتمل کتابوں میں سے چار کتابیں مشہور ہیں -:

1۔ اصول کافی

2۔ من لا یحضرہ الفقیہ

3۔ تھذیب الاحکام

4۔ الاستبصار

لیکن اس بات کو دہرانا ضروری ہے کہ ان مشہور ماخذیا دوسرے معتبر ماخذ میں کسی حدیث کی موجودگی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ حدیث اپنی جگہ معتبر ہے ۔ بلکہ ہر حدیث کا ایک سلسلہ سند ہے۔ سند میں مذکور ہر راوی کا جائزہ کتب رجال کی روشنی میں لیا جاتا ہے۔ اگر سند کے تمام اشخاص قابل اعتماد ثابت ہوں تو اس وقت وہ حدیث ایک معتبر حدیث کی حیثیت سے پہچانی جائے گی۔ اگر ایسا نہ ہو تو وہ حدیث مشکوک یا ضعیف کہلائے گی ۔ یہ کام صرف علمائے حدیث اور رجال کے بس کی بات ہے۔

اس سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ کتب شیعہ میں احادیث کی جمع آوری کا طریقۂ کار اہل سنت کے معروف ماخذ سے مختلف ہے۔ کیونکہ مشہور کتب صحاح خاص کر صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ان کے مولفین کی روش یہ رہی ہے کہ وہ ایسی احادیث جمع کریں جو ان کے نزدیک معتبر اور صحیح ہوں اسی

وجہ سے اہل سنت کے عقائد تک رسائی کے لئے ان میں مذکور احادیث پر استناد کیا جا سکتا ہے(مقدمہ صحیح مسلم اور فتح الباری فی شرح صحیح البخاری کی طرف رجوع کریں ۔)جبکہ شیعہ محدثین کا موقف یہ رہا ہے کہ اہل بیت سے منسوب تمام احادیث اکٹھی کر دی جائیں پھر صحیح اور غیر صحیح احادیث کی پہچان کا کام علم رجال کے سپرد کر دیا جائے، غور کیجئے۔

## 77۔ دو عظیم کتابیں

شیعوں کے اہم ماخذ (جو انکے عظیم ورثے کا ایک حصہ محسوب ہوتے ہیں)میں سے ایک نھج البلاغہ ہے جس میں تقریبا ایک ہزار سال پہلے شریف رضی مرحوم نے تین حصوں حضرت علی (ع) کے خطبات، خطوط اور مختصر فرمودات جمع کئے ہیں ۔ اس کتاب کے مضامین اس قدر بلند اور الفاظ اتنے خوب صورت ہیں کہ کسی بھی مکتب فکر کا پیروکار جب اس کتاب کا مطالعہ کرتا ہے تو اس

کے مفاہیم سے متاثر ہو جاتا ہے۔ اے کاش نہ صرف مسلمان بلکہ غیر مسلم بھی اس سے آشنا ہوتے تاکہ وہ توحید، مبدا اور معاد کے علاوہ اخلاقی و سیاسی و معاشرتی مسائل کے بارے میں اسلام کی عظیم تعلیمات سے آگاہ ہوتے۔

ان عظیم ورثوں میں سے ایک عظیم ورثہ "صحیفہ سجادیہ" ہے جو بہترین، فصیح ترین اور زیباترین دعاؤں کا ایسا مجموعہ ہے جو بڑے عمیق اور بلند معانی پر مشتمل ہے۔ حقیقت میں یہ کتاب نہج البلاغہ والا کردار دوسرے انداز میں انجام دے رہی ہے۔ اس کے ایک ایک فقرے میں انسان کے لئے ایک نیا سبق پوشیدہ ہے۔ حقیقت میں یہ کتاب "خدا کے حضور ہر انسان کو دعا اور مناجات کرنے کا سلیقہ سکھاتی ہے اور انسان کی روح اور دل کو نورانیت اور پاکیزگی عطا کرتی ہے۔

جیسا کہ اس کتاب کے نام سے واضح ہے یہ کتاب شیعوں کے چوتھے امام حضرت علی ابن الحسین علیہما السلام، جن کا لقب سجاد ہے کی دعاؤں پر مشتمل ہے۔ جب بھی ہم اپنے اندر دعا کی روح، کدا کی طرف زیادہ توجہ اور اس کی ذات پاک سے زیادہ عشق پیدا کرنا چاہتے ہیں تو یہ دعائیں پڑھتے ہیں اور اس نوخیز پودھے کی طرح جو بہار کے بابرکت بادلوں سے سےراب ہوتا ہے اس کتاب سے سےراب ہوتے ہیں۔

شیعہ احادیث جن کی تعداد دسیوں ہزار سے زیادہ ہے کا بیشتر حصہ پانچویں اور چھٹے امام یعنی امام محمد ابن علی الباقر(ع)اور حضرت جعفر ابن محمد الصادق (ع) سے مروی ہے۔بہت سی احادیث آٹھویں امام حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے بھی مروی ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ان تین عظیم ہستیوں کو زمان و مکان کے اعتبار سے ایسا ماحول ملا جس میں ان پر دشمنوں اور اموی اور عباسی حکمرانوں کا دباؤ کم تھا۔اسی وجہ سے یہ ہستیاں رسول اکرم (ص) کی بہت ساری احادیث جو ان تک اپنے آباء و اجداد کے ذریعہ پہنچی تھی بیان کرنے میں کامیاب ہوگئیں۔یہ احادیث اسلامی فقہ کے تمام ابواب سے متعلق تھیں۔مذہب شیعہ کو مزہب جعفری کہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس کی اکثر روایات چھٹے امام جعفر صادق (ع) سے مروی ہیں۔ امام صادق (ع) کے دور میں بنی امیہ کی حکومت کمزور ہو چکی تھی اور بنی عباس کو ہنوز لوگوں پر دباؤ ڈالنے کی طاقت نصیب نہیں ہوئی تھی۔

ہماری کتابوں کی رو سے مشہور ہے کہ اس امام نے حدیث، معارف اور فقہ کے میدانوں میں چار ہزار شاگردوں کو وتربیت دی۔حنفی مذہب کے مشہور امام ابو حنیفہ نے ایک مختصر سے جملہ میں امام صادق علیہ السلام کا تعارف اس طرح پیش کیا ہے"ما رایت افقہ من جعفر ابن محمد "یعنی میں نے جعفر ابن محمد (ع) سے برا فقیہ نہیں دیکھا۔(تذکرۃ الحفاظ ذہبی، جلد 1 صفحہ166)

اہل سنت کے ایک اور امام مالک بن انس نے کہا: میں کچھ عرصہ تک جعفر(ع) ابن محمد (ع) کے پاس آتا جاتا رہا۔میں نے انہیں ہمیشہ ان تین حالتوں میں سے ایک میں پایا: یا نماز کی حالت میں یا روزہ کی حالت میں یا قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے۔

میرے عقیدہ کے مطابق علم و عبادت کے حوالے سے کسی نے جعفر ابن محمد (ع) الصادق (ع) سے بڑھکر کسی شخص کو نہ دیکھا اور نہ کسی کے بارے میں سنا ہے۔(تہذیب التہذیب جلد 2 صفحہ 104، کتاب الامام الصادق (ع)جلد 1 صفحہ 53 میں اسد حیدر

کے بقول)۔چونکہ اس کتاب میں نہایت اختصار کے ساتھ مطالب کو بیان کرنا مقصود ہے لہٰذا آئمہؑ اہل بیت علیہم السلام کی شان میں دوسرے علمائے اسلام کے تبصروں کا تذکرہ نہیں کرتے۔

## 78۔ اسلامی علوم میں شیعوں کا کردار

ہمارا عقیدہ ہے کہ اسلامی علوم کو وجود بخشنے میں شیعوں کا اہم کردار رہا ہے ۔بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ شیعہ ،علوم اسلامی کا سرچشمہ ہیں۔یہاں تک کہ اس سلسلہ میں کتاب یا کتابیں لکھی گئی ہیں اور ثبوت پیش کئے گئے ہیں ۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ کم ازکم ان علوم کو وجود میں لانے میں ان کا بہت بڑا حصّہ ہے۔اس بات کی سب سے بڑی دلیل وہ کتابیں ہیں جو شیعہ علماء نے مختلف اسلامی علوم اور فنون کے بارے میں لکھی ہیں ۔ فقہ اور اصول فقہ میں ہزاروں کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں کچھ بہت زیادہ مفصل اور بے نظیر ہیں۔تفسیر اور قرآنی علوم میں ہزاروں کتابیں ،عقائد اور علم کلام میں ہزاروں کتابیں اب بھی ہماری لائبریریوں اور دنیا کی مشہور لائبریریوں میں موجود ہیں اور سب لوگوں کے سامنے ہیں ،ہر شخص ان لائبریریوں کی طرف رجوع کر کے اس دعویٰ کی صداقت کا مشاہدہ کر سکتا ہے ۔

ایک مشہور عالم دین نے ان کتابوں کی فہرست مرتب کی ہے اور 26 بڑی جلدوں میں ان کا ذکر کیا ہے۔(اس کتاب کا نام الذریعہ الیٰ تصانیف الشیعہ ہے اور اس کے مصنف مشہور مفسر اور محدث شیخ آغا بزرگ تہرانی ہیں۔ اس عظیم فہرست میں جن کتابوں کا تذکرہ ان کے مصنف کے نام پتہ اور ان کے حالات کے ساتھ ہوا ہے ۔ ان کی تعداد68 ہزار جلدیں ہیں ۔یہ کتاب ایک عرصہ پہلے چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے۔)

یہ فہرست دسیوں سال پہلے مرتب ہوئی۔گذشتہ چند دہوں کے دوران ایک طرف سے گذشتہ شیعہ علماء کے علمی آثار کو زندہ کرنے نیز ان کی قلمی اور چاپ شدہ کتابوں کو جمع کرنے کی بڑی کوششیں ہوئی ہیں ۔دوسری طرف سے جدید کتابونکی تصنیف و تالیف کے میدان میں یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ سینکڑوں یا ہزاروں نئی کتابیں رشتۂ تحریر میں لائی جا چکی ہیں۔اگرچہ ان کتابوں کے اعداد و شمار کے بارے میں ہم نے کوئی فہرست مرتب نہیں کی ہے۔

## 79۔ سچائی، صداقت اور امانت، اسلام کے اہم ارکان

ہمارا عقیدہ ہے کہ سچائی، صداقت اور امانت اسلام کے اہم اوربنیادی ارکان میں سے ہیں۔قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے کہ: (قال الله ھٰذایوم ینفع الصادقین صدقھم )یعنی خداوند عالم فرماتا ہے کہ آج وہ دن ہے کہ جس دن سچوں کی سچائی انہیں فائدہ پہنچائے گی۔(سورۂ مائدہ، آیت 119)

بلکہ قرآن کی بعض آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن حقیقی جزا وہ ہے جو انسان کو سچائی اور صداقت (ایمان، خدا کے ساتھ کئے گئے وعدوں پر عمل اور زندگی کے تمام شعبوں میں سچائی اور صداقت) کے بدلے میں عطا کی جائے گی۔ (لیجذی الله الصادقین بصدقھم )(سورۂ احزاب، آیت 24)

جیسا کی پہلے بھی اشارہ کیا جا چکا ہے قرآنی حکم کے مطابق ہم سب مسلمانوں کی یہ ذمّہ داری ہے کہ ہم زندگی بھر معصومین اور سچوں کے ساتھ رہیں اور ان کے ہمراہ چلیں۔ (یاایھاالّذین آمنوااتقوا الله و کونوامع الصادقین )(سورۂ توبہ، آیت 119)

اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر ہی خدا نے اپنے پیغمبر(ص)کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ خدا سے ہر کام کو صداقت کے ساتھ شروع کرنے اور صداقت کے ساتھ اس سے فارغ ہونے کی توفیق طلب کرے۔(و قل ربّ ادخلنی مدخل صدق و اخرجنی مخرج صدق )(سورۂ بنی اسرائیل، آیت 80)

اسی بناء پر ہم احادیث میں دیکھتے ہیں کہ خدا کی طرف سے کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا مگر یہ کہ اس کے بنیادی لائحہ عمل میں صداقت، سچائی اور امانت شامل تھیں"انّ الله عزّ وجلّ لم یبعث نبیا الّا بصدق الحدیث و ادآء الامانۃالیٰ البرّ والفاجر"(بحار الانوار میں یہ حدیث حضرت امام جعفر صادق (ع) ہے، دیکھئے جلد 78 صفحہ 2 اور نیز جلد 2 صفحہ 104)

ہم نے بھی ان آیات اور روایات کی روشنی میں اپنی پوری کوشش اس بات پر صرف کی ہے کہ اس کتاب کے مباحث میں صرف اور صرف صداقت و سچائی کا راستہ اپنائیں اور کوئی ایسی بات نہ کریں جو حقیقت اور امانت داری کی منافی ہو۔امید ہے کہ خدا کے لطیف و کرم سے ہم اس ذمّہ داری سے عہدہ برآہونے میں خدا کی توفیق حاصل کر چکے ہوں گے۔ انہ ولیّ التّوفیق۔

## 80۔ حرف آخر

اس کتاب میں ذکر شدہ باتیں اسلام کے اصول و فروع کے بارے میں اہل بیت علیہم السلام کے معتقدین اور شیعوں کے عقائد کا خلاصہ ہے۔ یہ کسی کمی بیشی

اور تحریف کے بغیر بیان ہوئی ہیں۔ قرآنی آیات، اسلامی روایات اور علمائے اسلام کی مختلف کتابوں سے انکا ثبوت بھی اجمالی طور پر فراہم کر دیا گیا ہے۔ اگرچہ ابحاث کے اختصار اور تلخیص کے پیش نظر تمام شواہد اور دلائل کو پیش کرنا ممکن نہ تھا اس کتاب میں ہمارا مقصد بھی اجمالی طور پر اور اختصار کے ساتھ مطالب کو بیان کرنا تھا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ کتاب مندرجہ ذیل نتائج کی حامل ہے۔۔

1 مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ یہ شیعہ عقائد کو واضح اور موثر انداز میں بیان کرتی ہے۔ تمام اسلامی فرقے یہاں تک کہ غیر مسلم بھی اس مختصر سے کتابچہ کا مطالعہ کرکے شیعہ مذہب کے ماننے والوں کے عقائد سے براہ راست اجمالی طور پر آگاہ ہو سکتے ہیں۔ اس کتاب کی تدوین میں بہت زیادہ زحمت اٹھائی گئی ہے۔

2 ہم سمجھتے ہیں کہ یہ کتاب ان لوگوں کے لئے اتمام حجت کا باعث ہو سکتی ہے جو سمجھے اور جانے بغیر ہمارے عقائد کے متعلق فیصلہ کرتے ہیں نیز مشکوک اور مفاد پرست افراد یا غیر معتبر کتابوں سے ہمارے عقائد لیتے ہیں۔

3 ہم سمجھتے ہیں کہ مذکورہ بالا عقائد کے مطالعہ کی روشنی میں اس مکتب فکر کے ماننے والوں اور باقی اسلامی فرقوں میں اتنا بڑا اختلاف نہیں ہے جو اس فرقے اور باقی اسلامی فرقوں کے درمیان مشترکہ تعاون کی راہ میں رکاوٹ بنے، کیونکہ تمام اسلامی فرقوں کے درمیان مشترکہ نکات بہت زیادہ ہیں اور سب کو مشترکہ دشمنوں کا بھی سامنا ہے۔

4 ہمیں یقین ہے کہ اسلامی فرقوں کے اختلاف کو ہوا دینے اور ان کے درمیان جنگ اور خونریزی کی آگ بھڑکانے کے لئے خفیہ ہاتھ کام کر رہے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اسلام (جو اس دور میں دنیا کے عظیم خطوں پر چھاتا جا رہا ہے اور کمیونزم کی بربادی سے پیدا ہونے والی خلاء کو پر کرنے والا ہے نیز سرمایہ دارانہ نظام کی روز بروز بڑھتی ہوئی لاینحل مادی مشکلات کو حل کرنے والا ہے) کو کمزور کریں۔

مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے دشمنوں کو اس بات کی اجازت نہ دیں کہ وہ اس کام میں کامیاب ہوں اور یہ قیمتی موقع ہاتھ سے نکل نہ جائے جو دنیا میں اسلام کی شناخت کے لئے ہمارا ہاتھ آیا ہے۔

5ہم سمجھتے ہیں کہ اگر اسلامی فرقوں کے علماء اکھٹے ہو جائیں اور محبت و خلوص سے معمور ماحول میں ہر قسم کے تعصب اور ہٹ دھرمی کو بالاائے طاق رکھ کر اختلافی مسائل پر بحث و گفتگو کریں تو ان اختلافات کے کم ہو جانے کا بہت زیادہ امکان ہے۔ہم یہ نہیں کہتے کہ سارے اختلافات ختم ہو جائیں گے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ اختلافات میں کمی آئے گی ۔جس طرح کچھ عرصہ پہلے ایران کے بعض شیعہ اور سنی علماء زاہدان نامی شہر میں بیٹھے اوربعض اختلافات کا کاتمہ کر دیا اس کی تفصیل اس مختصر سی کتاب کے دامن میں نہیں سما سکتی۔(اس کی تفصیلات ''پیام حوزہ ''نامی رسالے میں ملاحظہ ہوں )

آخر میں ہم خدا وند متعال کی بارگاہ میں دعا کے لئۓ ہاتھ بلند کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں (ربّنا اغفر لنا ولاخواننا الّذین سبقوونابالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلّاللّذین امنوا ربّنا ا نّک رؤف رّحیم )یعنی خدایا ہمیں معاف کر دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جنہوں نے ایمان میں ہم پر سبقت کی ہے اور ہمارے دلوں پر ایمان والوں کے لئۓ کسی قسم کا کینہ قرار نہ دینا ۔اے ہمارے پروردگار تو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔(سورئہ حشر،آیت 10)

فہرست


اس کتاب کی تالیف کا مقصد........................................ 4

بخش اول۔خداشناسی و توحید........................................ 6

1 ۔ وجود قادر مطلق ........................................ 6

2 ۔ صفات جمال و جلال........................................ 7

3 ۔ خداوند عالم کی ذات پاک و لا محدود ہے: ........................................ 7

4۔ وہ جسم نہیں رکھتا اور ہر گزدکھائی نہیں دے گا۔ ........................................ 9

5 ۔ توحید، تمام اسلامی تعلیمات کی روح ہے۔........................................ 10

6۔ توحید کی شاخیں: ........................................ 12

الف : توحید ذاتی ........................................ 12

ب: توحید صفاتی ........................................ 12

ج: توحید افعالی: ........................................ 12

د ۔ توحید عبادت ........................................ 13

7۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ توحید افعالی کی اصل و بنیاد اس حقیقت کی تاکید کرتی ہے ........................................ 15

8۔ اللہ کے فرشتے........................................ 16

9 ۔ عبادت خداوند عالم سے مخصوص ہے۔........................................ 17

10۔ پروردگار عالم کی حقیقت سب کے لیے پوشیدہ ہے۔ ........................................ 18

11 ۔ نہ تعطیل صحیح ہے نہ تشبیہ۔........................................ 20

بخش دوم نبوت انبیاء الہی........................................ 21

فلسفہ بعثت انبیاء ........................................ 21

13 ۔ ادیان آسمانی کے ماننے والوں کے ساتھ زندگی گزارنا۔ ........................................ 23
14 ۔ انبیاء کا عمر کے ہر حصہ میں معصوم ہونا۔ ........................................ 24
15 ۔ وہ سب اللہ کے مطیع بندے ہیں۔ ........................................ 25
16 ۔ معجزات و علم غیب ........................................ 26
17۔ مقام شفاعت انبیاء ........................................ 28
18 ۔ مسئلہ توسل ........................................ 29
19 ۔ تمام انبیاء کی دعوت کا مقصد ایک ہے۔ ........................................ 31
20 ۔ گذشتہ انبیاء کی خبریں ........................................ 32
21 ۔ انبیاء الھی انسانی زندگی کے تمام پہلو کی اصلاح چاہتے تھے۔ ........................................ 33
22 قومی و نسلی امتیاز کی نفی ........................................ 34
23۔ اسلام اور انسانی سرشت ........................................ 35
بخش سوم۔ قرآن اور کتب آسمانی ........................................ 36
24 ہمارا عقیدہ ہے کہ خداوند عالم نے انسانوں کی ہدایت کے لیے متعدد آسمانی کتابوں کو نازل کیا۔ ........................................ 36
25 قرآن مجید، پیغمبر اسلام (ص) کا سب سے بڑا معجزہ ۔ ........................................ 37
26۔ قرآن مجید میں تحریف نہیں ہوئی ہے ۔ ........................................ 39
27۔ قرآن اور انسانی زندگی کی مادی و معنوی ضروریات ........................................ 41
28۔ تلاوت تدبر و تفکر اور عمل ........................................ 41
29 ۔ انحرافی بحثیں ........................................ 43
30۔ تفسیر قرآن کے اصول و ضوابط ........................................ 43
31 ۔ تفسیر بہ رای کے خطرات ........................................ 44

32 ۔ سنّت کا منبع اللہ کی کتاب ہے ........................................ 45
33۔ سنت آیمہ اھل بیت علیہم السلام ........................................ 46
چوتھا حصہ قیامت اور موت کے بعد کی زندگی ........................................ 47
34۔ قیامت کے بغیر زندگی بے معنا ہے۔ ........................................ 47
35۔ قیامت کے دلائل واضح اور روشن ہیں۔ ........................................ 48
36۔ معاد جسمانی ........................................ 49
37۔ موت اور بعد کی عجیب دنیا ........................................ 50
38۔ قیامت اور نامئہ اعمال ........................................ 50
39۔ قیامت کے گواہ ........................................ 51
40۔ پل صراط اور میزان اعمال ........................................ 52
41۔ قیامت کے دن شفاعت ........................................ 53
42 ۔ عالم برزخ ........................................ 54
43۔مادی اور معنوی صلے ........................................ 56
پانچواں باب مسئلہء امامت ........................................ 57
44۔ امام کا وجود ہمیشہ ضروری ہے۔ ........................................ 57
45۔ امامت کیا ہے؟ ........................................ 57
46۔ امام ،گناہ اور غلطی سے محفوظ ہے ........................................ 58
47۔ امام، شریعت کا محافظ ........................................ 59
48۔ امام ، لوگوں میں سب سے زیادہ اسلام سے آگاہ ہے ........................................ 59
49۔ امام کو منصوص ہونا چاہیئے ........................................ 59

50۔ اماموں کا تعین، رسول (ص) کے ذریعے ........ 60
51۔ پیغمبر اکرم کے ذریعہ، حضرت علی (ع) کا تعین ........ 61
52۔ ہر امام کی تاکید، اپنے بعد والے امام کے بارے میں ........ 62
53۔ حضرت علی (ع) سب صحابہ سے افضل ہیں ۔ ........ 63
54۔ صحابہ، عقل اور تاریخ کی عدالت میں ........ 64
55۔ اہل بیت ، علوم پیغمبر (ص) سے ماخوذ ہیں ........ 65
مختلف مسائل ........ 68
56۔ حسن و قبح کا مسئلہ ........ 68
57۔ عدل الٰھی ........ 68
آزادی انسان ........ 70
59۔ فقہ کا ایک ماخذ عقل ہے ........ 70
60۔ عدل الٰھی پر ایک نظر ........ 70
تکلیف مالا یطاق ........ 70
61۔ المناک حادثات کا فلسفہ ........ 71
62۔ کائنات کا نظام سب سے بہترین نظام ہے ........ 72
63۔ فقہ کے چار ماخذ ........ 72
64۔ اجتھاد کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہے ........ 73
65۔ قانون سازی کی ضرورت نہیں ........ 73
66۔ تقیہ اور اس کا فلسفہ ........ 74
67۔ تقیہ کہاں حرام ہے؟ ........ 76

69۔دونمازوں کو ساتھ پڑھنا........................................................ 77

70۔خاک پر سجدہ........................................................ 77

71۔انبیاء اورآئمہ (ع)کے مزاروں کی زیارت........................................................ 78

72۔مراسم عزاداری کا فائدہ ........................................................ 79

73۔ متعہ........................................................ 82

74۔ تاریخ تشیع........................................................ 83

75۔ شیعیت کے مراکز ........................................................ 85

76۔ میراث اہل بیت........................................................ 87

77۔دو عظیم کتابیں........................................................ 87

78۔ اسلامی علوم میں شیعوں کا کردار........................................................ 89

79۔ سچائی ،صداقت اور امانت،اسلام کے اہم ارکان........................................................ 90

80۔حرف آخر........................................................ 91